تحریر:.......توقیر..

بنام حضرت مولانا مفتی شیخ الحدیث والتفسیر عبد العزیز العزیزی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فہرست

حرف آغاز
محل وقوع
فدَک ہِبہ یا میراث
شیعہ کا آیت سے استدلال
شیعہ کا روایت سے استدلال
ہبہ فدک میں شیعہ روایات
مذہبِ اہل تشیع میں غیر منقولہ جائیداد میں عورت کا حِصّہ نہ ہونا
فدَک میراث کیسے؟
آیت نمبر 1
آیت نمبر 2
آیت نمبر 3
استدلال اہلسنت
باغ فدَک میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کا طریق:
ناراضگی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:
انبیاء کی وراثت مال نہ ہونے کی حکمت:
فدَک کی حیثیت:
مالِ فئے انفال اور اس کی تقسیم
ہمارے نبی ﷺ کا دائرہ نبوت غیر محدود ہے
تعارضات
نتیجہ۔
اہلتشیع روایات کی ثقاہت

حرفِ آغاز:

باغ فدَک کے حوالے سے یہ نظریہ عوام میں مشہور ہے کہ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تھا جسے خلفائے راشدین (ابوبکر،

عمر عثمان، علی، حسن) رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے غصب کیا اِس باطل عقیدے اور نظریے کی ترویج روافض (اھلتشیع) کی طرف سے ھوئی اور اِس جھوٹ کو اتنا زیادہ پھیلایا کہ یہ بات اھلسنت کے ایوانوں میں صداقت سمجھی جانے لگی چنانچہ اِس دروغ گوئی، افتراء اور کِذب کا نتیجہ یہ نکلا کہ کم علم اھل سنت حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بدظن ھونے لگے اور خصوصاً خلفائے راشدین پر عدالتیں قائم کرنے لگے میری اِس تحریر کا مقصد اُس حقیقت کو آشکارا کرنا جو پوشیدہ رکھی گئی اور ایسے زخم کو جسم سے نکال پھینکنا ھے جو ناسور بن کر آھستہ آھستہ جسم کے ھر حِصّے میں پھیلتا جا رھا ھے۔

اگرچہ بُت ھیں جماعت کی آستینوں میں

مجھے ھے حُکمِ اذاں، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

محل وقوع

فَدَک کے محل وقوع کے حوالے سے اھل تشیع کے نزدیک دو موقف اور نظریات پائے جاتے ھیں۔

فَدَک کا پھلا محل وقوع: فَدَک کے پھلے محل وقوع کے حوالہ جات شیعہ کتب سے مندرجہ ذیل ھیں۔

۱۔۔۔فَدَک منطقہ حجاز میں مدینہ سے تقریباً 160 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ھے۔ (یاقوت حموی 1995)

(معجم البلدان 4/238)

۲۔۔فَدَک کے مقام پر اِس وقت "الحائط" شھر آباد ھے (جعفریان، آثار اسلامی مکہ و مدینہ، صفحہ 396)

۳۔۔۔سنہ 1975ء میں یہ شھر 21 دیھات پر مشتمل تھا جبکہ سنہ 2010ء کی مردم شماری کے مطابق اس شھر کی کل آبادی تقریبا 14000 نفوس ھے فَدَک میں صدر اسلام کے دور میں یھودی آباد تھے

(بلادی جلد 2 صفحہ 206-205 معجم معالم الحجاز جلد 8 صفحہ 23)

۴۔۔۔اِس علاقہ کی اسٹرٹیجک محل وقوع کو مدنظر رکھتے ھوئے یھود نے اس علاقہ کو فوجی علاقہ قرار دیا ھوا تھا (سبحانی حوادث سال ھفتم ھجرت: سر گذشت فدک 1344ش، صفحہ 14)

۵۔۔تاریخی منابع کے مطابق اسعلاقہ میں عمر بن خطاب کے دورِ خلافت تک یھودی آباد تھے لیکن انھوں نے یھود کو یھاں سے جانے پر مجبور کیا۔

(مرجانی، بھجۃ النفوس و الأسرار فی تاریخ، 2002م، جلد 1، صفحہ 438)

۶۔۔۔ظھورِ اسلام کے وقت فَدَک باغات اور نخلستانوں پر مشتمل تھا۔

(یاقوت حموی جلد 4 صفحہ 238)

(معجم البلدان، جلد 4 صفحہ 238)

(ابن منظور، 1410ق لسان العرب جلد 10، صفحہ 436)

۷۔۔۔شھر کوفہ جو کھجوروں سے منافع لینے کے حوالے سے غنی شھر سمجھا جاتا تھا فَدَک کی آمدنی یھاں کے نخلستان میں موجود کھجوروں کے درختوں کی آمدنی کے مساوی سمجھی جاتی تھی۔ (ابن ابی الحدید، شرح نھج البلاغہ،

(1378ق، جلد16صفحہ246)

۸...جس وقت حضرت عمرؓ نے حجاز سے یہودیوں کو نکالنا چاہا تو فَدَک میں موجود نصف درختوں کے مقابلے میں یہودیوں کو50ہزار درہم ادا کیا۔

(جوہری بصری، السقیفۃ وفدك، 14ق، صفحہ98)

۹...پیامبر اکرم(ص) کے زمانے میں فَدَک کی سالانہ آمدنی کا24 سے70 ہزار دینار تک کا اندازہ لگایا گیا ہے۔

(قطب راوندی، الخرائج والجرائح، 1409ق، جلد1، صفحہ113)

(ابن طاووس، کشف المحجۃ الثمرۃ المهجۃ، 1307ق، صفحہ124)

۱۰...موجودہ دور میں فَدَک سعودیہ عربیہ کے حائل نامی صوبے میں واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سنہ 1999عیسوی کو اس علاقہ کا نام وادی فاطمہ رکھا گیا اسی طرح اس میں موجود باغ کو باغ فاطمہ مسجد کو مسجد فاطمہ اور چشمہ کو عیون فاطمہ کا نام دیا گیا

(مجلسی کوپائی، فَدَک از غصب تا تخریب، 248۔250)

۱۱...اِس علاقہ میں موجود عمارتیں اور منارے خراب ہو چکے ہیں اور نخلستان میں موجود اکثر کھجور کے درخت بھی سو کھ چکے ہیں۔

(مجلسی کوپائی، فدك از غصب تا تخریب، 1388ش، صفحہ248و287۔284)

خلاصہ: فَدَک کا محل وقوع جغرافیہ دان اور مؤرخین نے مدینہ سے160 کلومیٹر دور بتایا ہے اور اس میں موجود کجھور کے درختوں کی تعداد بھی بتائی گئی ہے یہ بھی بتایا گیا کہ یہ آدھا مسلمانوں کے پاس تھا آدھا حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ حکومت میں 50 ہزار درھم میں خریدا مدینے سے160 کلومیٹر کا فاصلہ اور حضرت عمرؓ کے دور تک یہاں یہودی آباد تھے اور آدھا باغ فَدَک حضرت عمرؓ نے اپنے دور حکومت میں حکومتی خزانے سے 50ہزار درھم میں خریدا تو باغ فدك کی یہ حالت ہمیں اس کے ریاستی معاہدہ ہونے کا خبر دیتی ہے۔

فَدَک کا دوسرا محل وقوع:۱

...فَدَک کے دوسرے محل وقوع کے حوالہ جات شیعہ کتب سے مندرجہ ذیل ہیں مهدی عباسی (عهد بنو عباس کا حکمران) نے ابو الحسن (کُنیت امام موسیٰ کاظم) سے کہا: اے ابو الحسن اِس فدك کا حُدودِ اربع بتاؤ، آپ کهنے لگے: اِس کی ایك حد جبل اُحد ہے، ایك حد عریش مصر ہے، ایك حد سیف البحر اور ایك حد دومۃ الجندل ہے (الاصول من الکافی باب الفئی والانفال جلد1 صفحہ.543) (مناقب مفاخرہ) (انوار النعمانیہ) شیعہ کتاب اصولِ الکافی کی اِسی روایت کو مکمّل تفصیل سے دوسری جگہ لکھا گیا ہے۔

روایت: علی بن اسباط سے مروی ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم، مهدی عباسی کے پاس آئے تو خلیفہ لوگوں کے غصب شدہ مال واپس کر رہا تھا حضرت نے فرمایا ہماری غصب شدہ کو بھی واپس کردو اُس نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا جب اللہ نے اپنے نبی کو فَدَک پر فتح دی اور بغیر جنگ حاصل ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی اے رسول

صلعم ذوالقربی کا حق اُسے دے دو جبرئیل سے حضرت نے پوچھا یہ کون ہے؟ جبرئیل نے خدا سے پوچھا خدا نے وحی کی، فَدَک فاطمہ کو دے دو پس حضرت نے اُن کو بلایا اور فرمایا خدا نے مجھے حکم دیا کہ میں باغ فَدَک تم کو دے دوں انہوں نے کہا یارسول اللہ صلعم جو خدا اور رسول صلعم نے عطا کیا میں نے اُسے قبول کیا پس حضرت فاطمہ کے وکلاء حیاتِ رسول تک اُس کی آمدنی وصول کرتے رہے جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے وکلاء فاطمہ کو فَدَک سے باہر نکال دیا وہ ابوبکر کے پاس آئیں اور واپسی کا سوال کیا تو انہوں نے کہا تم کوئی کالا گورا گواہ لاؤ وہ امیرالمومنین اور اُمِ ایمن کو لے کر گئیں اُنہوں نے گواہی دی ابوبکر نے واگزاشت کے لیے ایک تحریر لکھ دی وہ اِس تحریر کو لے کر نکلیں تو راہ میں عمر ملے انہوں نے کہا یہ کیا ہے؟" سیدہ نے فرمایا ابوبکر نے یہ تحریر مـ کو لکھ کر دی ہے اُنہوں نے کہا مجھے دکھاؤ اُنہوں نے انکار کیا عمر نے سیدہ کے ہاتھ سے تحریر چھین لی اور اُس کو پڑھ کر تھوک سے مٹایا اور پھاڑ ڈالا اور کہا کہ اس علاقہ پر تمہارے باپ نے فوج کشی نہیں کی تھی تم ہماری گردن میں رسی ڈال رہی ہو مهدی نے امام موسیٰ کاظم سے پوچھا؟ اِس علاقہ کی حدود کیا ہیں؟" فرمایا کہ ایک کوہ احد دوسری عریش مصر ہے تیسری سیف البحر ہے اور چوتھی دومۃ الجندل ہے اُس نے پوچھا یہ ہے کُل علاقہ؟" فرمایا ہاں اِس علاقہ پر لڑائی نہیں ہوئی اس نے کہا کہ یہ تو بہت بڑا علاقہ ہے میں غور کروں گا۔

(اصولِ کافی جلد 1 بابِ مال فئے و انفال و تفسیر خمس 542)

روایت: ہارون الرشید نے موسی کاظم سے فدک کا حدود اربعہ پوچھا تو جواب دیا ایک حد مصر دوسری سمرقند تیسری افریقہ چوتھی آرمینہ ہے (تذکرۃ الخواص من ائمۃ ذکر الخصائص ائمہ جلد 2 صفحہ 466)

خلاصہ: دور نبوی میں مصر بازنطینی ریاست کا حِصّہ تھا جس کو سیدنا عمرو بن العاص ؓ نے 20 ھجری میں سیدنا عمر ؓ کے دور میں فتح کیا۔ تو فَدَک کا رقبہ وہاں تک کیسے پھنچا۔

دومتہ الجندل شام کے شہر دمشق کی سرحد پر واقع ہے۔ یہ مقام دورِ نبوی میں بازنطینی ریاست کا حِصّہ تھا۔ یہاں عرب مسیحی رہائش پذیر تھے۔ جب کہ فَدَک یہودیوں کی رہائشگاہ تھی۔ دورِ نبوی میں جغرافیائی لحاظ سے مصر، جبل احد، سیف البحر اور دومہ الجندل کو نقشے میں دیکھا جائے تو اِس کا کُل رقبہ 10,000,000 مربع کلومیٹر (3,861,022 مربع میل) بنتا ہے۔ اِس کی کل آبادی تقریباً 50,000,000 کے قریب بنتی ہے اور اِسکی کثافت 5/مربع کلومیٹر (12.9/مربع میل) کے قریب ہے۔

تضاد:

تاریخ دان و جغرافیہ دان نے باغ فَدَک کی جو کیفیت اور محل وقوع بیان کیا ہے وہ مختلف ہے جبکہ محدثین کا بیان مختلف ہے۔ جب باغ فَدَک کے محل وقوع، اُس کی کیفیت، اُس کا ریاستی معاہدہ، آدھا باغ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ریاست کے خزانے سے خریدنا ہی اِس کو یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ ابتداء ہی سے ریاستی تحویل میں تھا اور جس طرح رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے باغ فَدَک میں تصرف کیا اسی پر خلفائے راشدین نے

عمل کیا۔جب تک اِن روایات کو ردّ کر کے متفق علیہ اور واضح محل وقوع سامنے نہیں آتا اُس وقت تک کوئی بھی دعوی قابلِ قبول نہیں ہے۔عزیزِ مکرم محل وقوع کے بیان میں کتنا دجل وفریب اور تضاد ہے خود فیصلہ کریں۔ محل وقوع کے بیان سے ہی دعوی فَدَک جھوٹ ثابت ہوتا ہے۔

نتیجہ:

۱...دونوں روایات سے ثابت ہے کہ خلیفہ کے سامنے فدك كاذ کر کیا گیا۔

۲...دونوں روایات سے ثابت ہے کہ خلیفہ نے فدك كاز کر کیا۔

۳...دونوں روایات سے ثابت ہے کہ فدك کی حد مصر.....افریقہ...سمرقند....آرمینہ بیان کی گئی

۴...دونوں روایات سے ثابت ہے کہ دعوی یہ کیا گیا کہ اس رقبے پر لڑائی نہی ہوئی۔

۵...دونوں روایات سے ثابت ہے کہ یہ رسول ﷺ کو حاصل نہیں ہوا تھا نابطور سلطنت اور ناهی بطور جاگیر

جب تک متضاد دعوے ختم نہیں ہوتے فدك کے بارے اصحاب رسول ﷺ پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

*اب جس کے جی میں آئے وہی پائے

روشنی*

ہم نے تو دل جلا کے، سرِ عام رکھ دیا

فَدَك هِبه یا میراث:۔

۱......ہبہ زندگی چاہتا ہے جبکہ میراث موت فَدَك کو هِبہ ثابت کرنے میں اہل تشیع قرانی آیات کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں اُن کے نزدیك جب سورہ اسراء کی اِن آیات کا نزول ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو باغ فدك هِبہ کر دیا تھا۔

تعارض وتضاد...رسول ﷺ باغ فدك اپنی ملکیت میں آنے سے پہلے کیسے ہبہ کر سکتے تھے؛ جبکہ شئے ملیکت میں آنے سے پہلے ہبہ جائز نہیں ہے

روایت:

۱۴-باب الهبة المقبوضة

(۴۰۷)۱-محمد بن أحمد بن يحيى عن موسى بن عمر عن العباس بن عامر عن أبان عن أبي بصير عن أبي عبد الله عليه السلام قال الهبة لا تكون ابدا هبة حتى يقبضها۔

(الاستبصار جلد4صفحه107)

ترجمہ: کسی بھی چیز میں ہبہ جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ قبضے میں نا آجائے۔

استدلال اہل تشیع:

آیة:. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِن

تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا (سورہ الاسراء آیہ (24-26)

ترجمہ:

اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو اور کہو اے میرے رب جس طرح انہوں نے مجھے بچپن سے پالا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما جو تمھارے دلوں میں ہے تمہارا رب خوب جانتا ہے، اگر تم نیک ہو گے تو وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دے دو اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو۔

سورہ اسراء کا تاریخ نزول:

خلاصہ استلال اہل تشیع:

اہل تشیع کہتے ہیں کہ جب سورہ اسراء کی یہ آیت نازل ہوئی تو اللہ نے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ باغ فدک فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیں پس رسول ﷺ نے باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

ردِ استدلال اہل تشیع:

۱۔۔۔اہل تشیع اور اہل سُنت مُفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ سورت اور اِس کی تمام آیات مکی ہیں جیسے کہ سورہ کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ سورہ واقعہ معراج کو بیان کرتی ہے واقعہ معراج نبوت کے دسویں سال پیش آیا جو کہ ہجرت سے۔ تین سال پہلے کا ہے جب کہ باغ فَدَک اور خیبر کا واقعہ محرم 7 ہجری مئی 628 عیسوی کو پیش آیا۔

(مغازی جلد 2 صفحہ 637)

(المغازی واقدی جلد 2 صفحہ 700)

(تاریخ ابنِ کثیر جلد 3)

اعتراض::

اہل تشیع یہ دعوی کرتے ہیں کہ اگرچہ سورہ اسراء مکی ہے لیکن یہ آیات مدنی ہیں۔

جواب: اس آیات اور سورت کے مکی ہونے کی روایات خود شیعہ کتب میں موجود ہے۔

روایت:

ان اللہ عزوجل أنزل علیہ فی سورۃ بنی اسرائیل بمکہ

یہ ساری سورہ مکی ہے

یہ آیت بھی مکی ہے

الکافی کتاب الکفر والایمان جلد۔3 صفحہ 52

تفسیر المیزان جلد 14 صفحہ 189

اعتراض::

ابوبکرؓ نے فدک غصب کیا

جواب::اس الزام کے لیے فدک کا رسول ﷺ کو حاصل ہونا اور پھر فاطمہؓ کو عطاء کرنا پھر فدک پر فاطمہؓ کا قبضہ ہونا اور پھر قبضے کی مدت ثابت کرنا ضروری ہیں۔

اعتراض::

اہلسنت کی طرف سے کہ حضرت علیؓ عباسؓ حسن بن علیؓ علی بن حسینؓ حسن بن حسنؓ زید بن حسن بن علیؓ حسن بن حسن ان سب کے قبضے میں رہا تو ان پر کون سا حکم لگے گا؟!

آیت کی ترکیب:

سورہ اسراء کی اِس آیت سے اہل تشیع باغ فَدَک کو ہِبہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، پر افسوس ہمیشہ اُن کے ہاتھ میں خاک ہی آئی ہے اِس آیت کی صرف ونحو کی ترکیب کرتے ہیں تاکہ اس ہِبہ کے دعوے کی ساری ہوا نکل جائے۔

اِس آیت کا قواعد نحو کے ذریعے جملہ بناتے ہیں۔

الواو استئنافيّة (آت) فعل أمر مبنيّ على حذف حرف العلّة، والفاعل أنت (ذا) مفعول به أوّل منصوب وعلامة النصب الألف (القربى) مضاف إليه مجرور وعلامة الجرّ الكسرة المقدّرة على الألف (حقّه) مفعول به ثان منصوب.. والهاء مضاف إليه الواو عاطفة في المواضع الثلاثة (المسكين، ابن) اسمان معطوفان على (ذا) منصوبان، (السبيل) مضاف إليه مجرور (لا) ناهية جازمة (تبذّر) مضارع مجزوم، والفاعل أنت (تبذيرا) مفعول مطلق منصوب.

جملة: (آت) لا محلّ لها استئنافيّة.

وجملة: (لا تبذّر) لا محلّ لها. معطوفة على الاستئنافيّة.

ترکیب:

سورہ اسراء کی آیت کی یہ ترکیب ہے۔ اب کوئی بڑے سے بڑا ماہر عربی دان، علمِ صرفِ نحو پر مہارت رکھنے والا ہماری اِس ترکیب کو غلط ثابت کر کے دِکھائے۔

سیدھے الفاظ میں اِس آیت میں جو حکم ذوالقربی حقہ پرہے وہی مساکین اور ابنِ السبیل کیلئے ہے۔

آیت کا سیاقِ کلام: سورہ اسراء کی آیت کو ہِبہ باغ فَدَک مُراد لینے سے چند ایسے ابہام اور پیچید گیاں پیدا ہوئی ہیں جن کو اہل تشیع مذہب نہ سُلجھانے میں کامیاب ہوئے اور نہ ہی اِس کا کوئی مُدلّل جواب دینے میں کامیاب ہوئی۔

تعرضات:

۱۔۔مساکین کا کیا حکم ہے۔؟؟

ابن السبیل کا کیا حکم ہے۔؟؟

۲۔۔ کیا حضور نبی کریم ﷺ پر ۳۔۔(نعوذباللہ) ہبہِ فَدَک سے ناانصافی ثابت نہیں آئی۔؟؟

۔۴۔۔۔ کیا اللہ کے حکم کے خلاف فیصلہ نہیں ہے کہ یہ مساکین اور ابن السبیل کا بھی حق تھا۔!؟
۵۔۔۔ کیا اِس آیت کی تخصیص سے حضور نبی کریم ﷺ کے معصوم ہونے پر سوال نہیں اُٹھتا کہ اس میں تبذیر سے منع کیا گیا ہے۔؟؟
۶۔۔۔ کیا یہ نبی کریم ﷺ کی شان ہے کہ اُن سے فضول خرچی کا گمان کیا جائے۔؟؟
۷۔۔۔۔۔سیاق کلام کو دیکھیں تو پھلی آیت میں والدین کا ذکر ہے تو حضور ﷺ کے والدین اُس وقت تک وفات پا چکے تھے تو نبی ﷺ خطاب میں شامل نہیں اب آپ کا دعوی کیسے ثابت ہو سکتا۔؟؟

نتیجہ:

جب نبی ﷺ خطاب میں شامل نہیں تو فدَک وقف کے حکم میں ہے اور یہی اہلسنت کا موقف بھی اور ثابت بھی۔

شیعہ کا روایت سے استدلال:

من گھڑت روایت: ابو سعید سے منسوب روایت ہے کہ:

((لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: " وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهُ"
(بنی إسرائیل 26:17) دَعَا رَسُولُ ﷺ فَاطِمَةَ فَأَعْطَاهَا فَدَكَ)

"جب یہ فرمان باری تعالیٰ نازل ہوا کہ "اپنے عزیز و اقارب کو ان کا حق دیجئے"، تو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر باغ فدک دے دیا۔"

(مسند البزّار کشف الأستار 2223)

روایات کی تدوین: .اهل تشیع حضرات کا یہ دعویٰ ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں کثرت سے ہبہِ باغ فدک میں روایات موجود ہیں۔

تفصیلات:

ہم سنی اور شیعہ روایات کو دھاگہ ڈالتے ہیں اور ان روایات کی اسانید کو یکجا کرتے ہیں۔

شافی میں کوئی روایت سُنیوں کی طرف سے نقل نہیں کی گئی۔

تلخیص شافی میں بھی کوئی روایت سُنیوں کی طرف سے پیش نہیں کی گئی۔

کشفالحق و نہج الصدق میں بھی کوی روایت ذکر نہیں کی گئی۔

طرائف میں ایک روایت مقطوع سند۔واقدی بشر ابن غیاص اور بشر ابن الولید سے ذکر کی ہے

طرائف میں ابن مردویہ ابو سعید سے منقول کرتے ہیں۔

بحار الانوار میں بابِ نزول الآیات فی امر فدَک

کہتے ہیں کہ اِس آیت کے نزول بہت زیادہ شیعہ اور سنی روایات منقول ہیں لیکن خود صرف ابو سعید کی روایت

نقل کرتے ھیں اور اسی پر اکتفا کرتے ھیں۔

علامہ طبرسی نے بھی جھاں ذکر کیا ھے ابو سعید سے ذکر کیا ھے۔

منہج الصادقین نے دو روایوں کے اضافے سے ابو سعید کی روایت نقل کی ھے۔

سعد السعود میں بھی ابو سعید سے نقل کی گئی ھے۔

سعد السعود میں بیس اسناد ذکر ھیں لیکن تمام ابو سعید کی ھیں۔

احقاق الحق میں بھی واقدی کی مقطوع سند روایت نقل ھے۔

عماد الاسلام میں ایک ابن مردویہ والی روایت ابو سعید سے طرائف کے حوالے کی نقل ھے۔

عماد الاسلام میں مقطوع سند کنز العمال کے حوالے سے روایت مذکور ھے۔

عماد الاسلام میں در منثور سے مقطوع سند روایت نقل ھے۔

عماد الاسلام میں معارج النبوت کے حوالے سے ابو سعید کی روایت نقل ھے

شافی اور عماد الاسلام دونوں نے کئی کئی روایات پیش کی اور دعوی کیا کہ یہ روایت کئی طریق سے منقول ھیں لیکن کوئی ایک بھی سند ابو سعید سے ھٹ کر پیش نا کرسکے۔

روضۃ الصفا د معارج نے بھی یہی ابو سعید والی سند ذکر کی ھے۔

تشئید المطاعن نے بھی وھی ابو سعید والی روایت نقل کی ھے۔

کفایۃ الموسوم الولایہ میں بھی فدَک پر تفصیلی بحث کی گئی لیکن روایت وھی ابو سعید والی پیش کی گئی ھیں۔

کفایۃ الموسوم الولایۃ میں ثعلبی کی روایت جو سدی و دیلمی سے نقل کی ھے لیکن اس صاحب نے ھبہِ فدك اور دعوے فدَک کو خلط ملط کیا ھے اور کوی نئی سند ذکر نہیں کی۔

غایت المرام میں بھی بڑے زور شور سے روایت نقل کی لیکن صرف ثعلبی کی ھی ایک روایت کو نقل کیا ھے باقی گیارہ روایات شیعہ کی نقل کی ھیں۔

خلاصہ:

یہ تمام وہ کتابیں ھیں جو ھبہِ فدك

میں سنہ 400 ھجری سے اب تك شیعہ کی طرف سے لکھی گئی اور بھی کتاب ھیں اب جن روایات کو وہ سنیوں کی طرف منسوب کرتے ھیں ان کی اسنائید کو ملایا جائے تو کل نو (9) اسانید بنتی ھیں ان میں چار کی سند مکمل ذکر کی گئی ھیں جبکہ پانچ کی سندیں مکمل نہیں ھیں۔

چار متصل سندیں

سند نمبر۔۔۔1

عبدوس ابن عبداللہ ھمدانی۔قاضی ابو نصر شعیب ابن علی۔موسی ابن سعید۔ولید ابن علی۔عباد ابن یعقوب۔علی

ابن عباس۔فضل۔عطیہ۔ابو سعید

سند نمبر۔۔۔۲

ابو حمید مہدی ابن نزار۔حاکم ابن ابو قاسم ابن ابو الحسکانی۔حاکم الوالد ابو محمد عمر ابن احمد ابن عثمان۔عمر ابن حسین ابن علی ابن مالک۔جعفر ابن محمد احمدی۔حسن ابن حسین۔ابو معمر بن سعید۔ابو علی ابن قاسم کندی۔یحی ابن یعلی۔علی ابن مسھر۔فضل ابن مرزوق۔عطیہ عوفی۔ابو سعید

سند نمبر۔۔۔۳

محمد ابن سلیمان عبدی۔ھیثم ابن خلف دوری۔عبد اللہ ابن سلیمان ابن اشعث۔محمد ابن قاسم زکریا۔عباد ابن یعقوب۔علی ابن عابس (علی ابن عباس)۔جعفر ابن محمد حسینی۔علی ابن منظر طریفی۔فضل ابن مرزوق۔عطیہ عوفی۔ابو سعید

سند نمبر۔۔۔۴

محمد ابن عباس۔علی ابن عباس مقالعی۔ابو کریب۔معاویہ۔فضل ابن مرزوق۔عطیہ عوفی۔ابو سعید

اب ھمارا تذکرہ اُن اسناد پر ھے جن

کو اھلتشیع سنیوں کی طرف منسوب کرتے ھیں لیکن وہ سب نامکمل اسناد ھیں۔

پانچ محذوف السندیں

شیعہ اِن کی نسبت سنیوں کی طرف کرتے ھیں

سند نمبر۔۔۔۱

جو کنزل الاعمال عماد الاسلام الحاکم وغیرہ میں ذکر ھے۔

ابراھیم ابن محمد ابن میمون۔علی ابن عابس ابن النجار۔

سند نمبر۔۔۔۲

دوسری سند جو عماد الاسلام، در منثور اور طعن الرماح وغیرہ میں محذوف السند ذکر ھے۔

ابو یعلی ابن حاتم ابن مردوی ابو سعید۔

سند نمبر۔۔۔۳

تیسری سند جو روایت بحار الانوار میں سنی کتب کی نسبت ذکر ھے۔

مامون نے عبید اللہ ابن موسی سے فدک کا حال تحریراً دریافت کیا تو اُس نے اُس محذوف سند کو ذکر کیا۔

فضل ابن مرزوق عطیہ عوفی اور ابو سعید

سند نمبر۔۔۔۴

سند وہ جس کی نسبت سنیوں کی طرف ھے محذوف السند۔

واقدی بشر ابن ولید بشر ابن غیاث

اس کو شوستری نے احقاق الحق میں ذکر کیا ھے۔

سند نمبر۔۔۔۵

وہ جو معارج النبوہ اور مقصد اقصی میں عماد الاسلام کی محذوف السند ذکر ھے

خلاصہ:

۱۔۔۔یہ وہ نو سندیں ھیں چار متصل اور پانچ مقطوع جو کُل سرمایہ ھے شیعہ کا جس کی نسبت وہ سنیوں کی طرف کرتے ھیں

۲۔۔۔۔۔ایک بات تو یہ ثابت ھوئی کہ یہ خبر واحد ھے جس کو نقل در نقل کی صورت میں لوگ متواتر سمجھتے ھیں۔۔

نتیجہ:

یہ سند متواتر نہیں ھے بلکہ خبر واحد ھے جس کو نقل در نقل کی صورت میں متواتر کہا جاتا ھے جبکہ۔جب کہ یہ تمام اسانید ابو سعید یا عطیہ عوفی پر پہنچ کر ایک ھو جاتی ھیں

جرح و تعدیل راوی ابو سعید محمد بن سائب الکلبی

ابو سعید محمد بن سائب الکلبی سبائی اول درجے کا جھوٹا، حدیثیں گھڑنے والا رافضی سبائی شیعہ تھا۔

۱۔۔علامہ سخاوی نے رسالہ منظومہ جزری میں لکھا ھے۔

ان من امثلۃ (ای من لہ اسماء مختلفۃ ونعوت متعددۃ) محمد بن سائب کلبی المفسر ھو ابو النضر الذی روی عنہ ابن اسحاق وھو حماد بن سائب روی عنہ ابو اسامہ وھو ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ الکوفی موھما انہ الخدری وھو ابو ھشام روی عنہ القاسم بن الولید۔

ترجمہ:*ابو سعید ان لوگوں میں سے ھے جن کے مختلف نام، اور متعدد کنیتیں اور لقب ھیں، محمد بن سائب کلبی مفسر ھیں،اس کی کنیت ابو نضر ھے، اور اِس کنیت سے ابن اسحاق اِن سے روایت کرتے ھیں، اور اسی کا نام حماد بن سائب بھی ھے، اور ابو اسامہ اسی نام سے اِن سے روایت کرتے ھیں اور اسی کی کنیت ابو سعید ھے اور اسی کنیت سے عطیہ عوفی اِسسے روایت کرتا ھے تا کہ لوگوں کو اس شبہ میں ڈالیں، کہ یہ ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ ھیں، اور انھی کی کُنیت ابو ھشام بھی ھے اور اِس کنیت سے قاسم بن الولید ان سے روایت کرتے ھیں۔

۲۔۔۔تقریب التھذیب میں اِن حضرت کے بارے میں یوں لکھا ھے محمد بن سائب بن بشیر الکلبی ابو نضر الکوفی النسابہ المفسر متھم بالکذب ورمی بالرفض من السادسۃ مات سنۃ مائۃ وست اربعین۔

ترجمہ

محمد بن سائب بن بشیر الکلبی ابو النضر الکوفی نسبت جاننے والے اور تفسیر لکھنے والے جھوٹ اور رِفض سے متھم ھیں،اس کی وفات سن 146 ھجری میں ھوئی

۔۳۔۔۔میزان الاعتدال میں ان صاحبکے متعلق عربی کی طویل عبارت لکھی ھوئی ھے اِس لئے صرف ترجمہ پیش کرتا ھوں۔محمد بن سائب کلبی جن کی کنیت ابو النضر ھے، وہ کوفی ھیں، اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ھیں

۔۴۔۔۔امام ثوری اِس کی نسبت کہتے ہیں، کہ کلبی سے بچنا چاہئے، اس پر کسی نے اِن کو کہا، کہ آپ تو خود اِس سے روایت کرتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا، میں اُس کے جھوٹ کو اُس کے سچ سے جدا کرنا جانتا ہوں۔

۔۵۔۔۔امام بخاری نے کہا ہے، کہ یحییٰ اور ابنِ مھدی نے اس کی روایت قابل ترک بتلائی ہے، اور امام بخاری نے یہ بھی کہا ہے، کہ علی نے یحییٰ سے اور انہوں نے سفیان سے بیان کیا ہے، کہ ابو صالح سے جو میں تم سے بیان کروں، وہ جھوٹی ہے، اور یزید بن زریع نے کلبی سے روایت کیا ہے، کہ وہ عبد اللہ بن سبا کے فرقہ کا تھا۔

۔۶۔۔۔ابو معاویہ کہتے ہیں، کہ اعمش نے کہا ہے، کہ اِس سبائیہ فرقہ سے بچنا چاہئے، کیونکہ وہ کذاب ہوتے ہیں۔

۔۷۔۔۔ابنِ حبان نے کہا، کہ کلبی سبائی تھا، یعنی ان لوگوں میں سے جو کہتے ہیں، کہ علی رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے اور پھر وہ دنیا کی طرف رجعت کریں گے اور اسے انصاف سے اس طرح بھر دیں گے، جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی تھی اور جب بھی وہ بادل کو دیکھتے، تو کہتے کہ امیر المؤمنین (علی رضی اللہ عنہ) اِسی میں ہیں۔

۔۸۔۔۔ابو عوانہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں، کہ میں نے خود کلبی کو یہ کہتے ہوئی سنا کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم پر وحی بیان کرتے، اور ایسا اتفاق ہوتا، کہ آپ رفع حاجت کے لئے بیت الخلاء تشریف لے جاتے، تو جبرائیل علیہ السلام، علی رضی اللہ عنہ پہ اس وحی کو املا کرواتے۔ (یعنی وحی حضرت علی پہ نازل کی جاتی)۔

۔۹۔۔۔احمد بن زھیر کہتے ہیں، میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا، کہ کلبی کی تفسیر دیکھنا درست ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔

۱۰۔۔۔جوزجانی وغیرہ نے کہا، کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے، اور دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا، کہ وہ متروک ہے، یعنی اِس کی روایت لینے کے لائق نہیں ہے،

۱۱۔۔۔ابنِ حبان کہتے ہیں اِس کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے کہ بیان کرنے کی حاجت نہیں، اور اِن حضرت کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے، کہ وہ تفسیر کو ابو صالح سے اور ابو صالح کی روایت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں، حالا کہ نہ ابو صالح نے ابنِ عباس کو دیکھا، اور نہ ھی کلبی نے ایک حرف بھی ابو صالح سے سنا ہے، مگر جب بھی ان کو تفسیر میں کچھ بیان کرنے کی حاجت ہوتی، تو اپنے دل سے نکال لیتے، ایسے کا ذکر کرنا بھی کتاب میں جائز نہیں، کجا یہ کہ اس کی سند (کوئی روایت) لینا۔

۔۱۲۔۔۔تذکرۃ الحفاظ (حفاظ الحدیث کا تذکرہ) میں امام ذھبی نے اِن کے فرزند ارجمند ھشام بن کلبی کا جہاں تذکرہ کیا ہے، وھاں ان کے پدر بزرگوار "محمد بن سائب کلبی" کو رافضی لکھا ہے، اور اِن کے فرزند ارجمند کو حفاظ الحدیث میں داخل بھی نہیں کیا۔

۱۳۔۔۔معجم الادبا میں یاقوت حموی نے جہاں محمد بن جریر طبری کی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے، وھاں لکھا ہے، کہ طبری نے غیر معتبر تفسیر اپنی تفسیر کی کتاب میں بیان نہیں کی، اسی لئے کتاب میں کچھ بھی محمد بن سائب

کلبی، مقاتل بن سلیمان، اور محمد بن عمر واقدی کی کتابوں میں سے نہیں لیا، کیونکہ یہ لوگ اس کے نزدیک مشکوک میں سے ہیں۔

امام محمد طاہر نے "تذکرۃ[۴] ۔۔۔الموضوعات" میں کلبی صاحب کے بارے میں فرمایا ہے،

قد قال احمد فی تفسیر الکلبی من اوله الی آخره کذب لا یحل النظر فیه

ترجمہ: امام احمد نے تفسیر کلبی کے بارے میں کہا ہے، کہ تفسیر کلبی اول تا آخر جھوٹ ہے، اس کی طرف نظر بھی نہیں کرنی چاہئے۔

فریب عیاں ہوا

خلاصہ:

یہ حالت ہے جناب "ابو سعید" کی جن کو ابو سعید الخدری (صحابی رسول ﷺ) کہہ کے پیش کیا جا رہا ہے، عقیدہ کے اعتبار سے پکے سبائی اور رافضی، اور صداقت ایسی، کہ جن کو زندگی میں کبھی نہ دیکھا، نہ سنا، ان سے روایات کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو ان کا شاگرد بنا کے پیش کرتے ہیں، ان کے اعتبار کی یہ کیفیت ہے، کہ طبری جیسا شخص بھی اپنی تفسیر میں ان سے روایت لینا جائز نہیں سمجھتا، اور یہی صاحب ہیں "ہبہ فدک کی حدیث" کے گھڑنے والے، اور اسے پیش کرنے والے، جسے ان کے شاگرد رشید "عطیہ عوفی الکوفی" صاحب جو خود بھی شیعہ اور مدلس ہیں، اپنے مذہبی عقائد کی حمایت میں ان سے روایت کرتے ہیں، اور ان کے دیگر نام اور کنیتیں چھوڑ کے "حدثنا ابو سعید" یا قال ابو سعید کہ کر لوگوں کو اس شبہ میں ڈالتے ہیں، کہ ابو سعید سے مراد ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

عطیہ اوفی کی اوقات:

جرح و تعدیل راوی عطیہ عوفی

اس جھوٹے مدلس مکار کا حال یہ ہے کہ جمہور محدثین نے اس کو مضعف، کذاب اور روایت گھڑنے والا کہا ہے۔

چند حوالہ جات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔۔۔عطیہ عوفی کو جمہور محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(تہذیب الأسماء واللغات للنوی: 48/1)

(طرح التثریب لابن العراقی: 42/3)

(مجمع الزوائد للھیثمی: 412/1)

(البدر المنیر لابن الملقن: 463/7)

(عمدۃ القاری للعینی: 250/6)

۲۔۔۔اس کو امام یحییٰ بن سعید قطان، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم رازی، امام ابو زرعہ رازی، امام نسائی، امام ابن عدی، امام دارقطنی امام ابن حبان اور علامہ جوزجانی رحمھم اللہ وغیرہ نے

"ضعیف" قرار دیا ہے۔
اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہو گیا تھا، جیسا کہ:
۳...حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "عطیہ عوفی کے ضعیف ہونے پر محدثین کرام نے اتفاق کر لیا ہے۔"
(الموضوعات: 386/1)
۴...حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کرام کا اجماع ہے۔"
(المغنی فی الضعفاء: 62/2)
۵...حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ باتفاقِ محدثین ضعیف ہے۔"
(البدر المنیر: 313/5)
۶...عطیہ عوفی تدلیس کی بُری قِسم میں بُری طرح ملوث تھا۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"یہ کمزور حافظے والا تھا اور بُری تدلیس کے ساتھ مشہور تھا۔"
(طبقات المدلّسین، ص: 50)
۷...حافظ ذہبی رحمہ اللہ زیر بحث روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: "یہ روایت باطل ہے، اگر واقعی ایسا ہوتا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس چیز کا مطالبہ کرنے نہ آتیں جو پہلے سے ان کے پاس موجود اور ان کی ملکیت میں تھی۔
(میزان الاعتدال: 135/3)
۸...حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اگر اس روایت کی سند صحیح بھی ہو تو اس میں اشکال ہے، کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور فدَک تو سات ہجری میں خیبر کے ساتھ فتح ہوا۔ کیسے اس آیت کو اس واقعہ کے ساتھ ملایا جا سکتا ہے۔"
(تفسیر ابن کثیر: 69/5)۔
۹...اہل سنت کی کتب میں جو روایا ذکر ہیں علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد 2 صفحہ 299 میں ان روایات کے موضوع، افتراء اور بے اصل ہونے کا اقرار کیا ہے۔
۱۰...عطیہ عوفی اپنے استاذ ابو سعید محمد بن السائب الکلبی (کذاب) سے روایت کرتے ہوئے "عن أبي سعيد" یا "حدثني أبو سعيد" کہہ کر روایت کرتے ہوئے یہ دھوکا دیتا تھا کہ وہ سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کر رہا ہے۔ یہ (والی) تدلیس حرام اور بہت بڑا افراڈ ہے۔ یاد رہے کہ عطیہ عوفی اگر عن ابی سعید کے ساتھ الخدری کی صراحت بھی کر دے تو اس سے الکلبی ہی مراد ہے، سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ مراد نہیں ہیں۔
اِس دھوکے اور مکاری کی تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب المجروحین لابن حبان (176/2)

جھوٹ،سچ نہ بن جائے:

خلاصہ:

جناب یہ اِن دو جھوٹے،مضعف اور روایت گھڑنے والے راویوں کا حال ہے جو اِن روایات کو وضع اور ترتیب دینے والے ہیں اور جب یہ انبیاء کی وراثت مال ثابت کرنے میں ناکام و نامراد ہوئے تو یہ جھوٹی روایات وضع کی۔اِن روایات اور راویوں کا تذکرہ کرنا ضروری تھا کیونکہ ایسا نہ ہو کہ اہل سنت عوام اِن روایات کو حقیقت کے پیمانے میں تول کر روافض کے فریب میں آجائیں۔

بات سے بات کی گہرائی چلی جاتی ہے

جھوٹ آجائے تو سچائی چلی جاتی ہے

درجات مُحدثین

محققین اہل سنت نے مُحدثین کے چار درجے ذکر کیے ہیں۔

۔اولی

۔ثانیہ

۔ثالثہ

۔رابع

یہ روایات اولی اور ثانیہ طبقے کی روایات نہیں ہیں بلکہ طبقہ ثالث ورابع کی ہیں تو اِن کو اولی اور ثانیہ کے مقابل حجت نہیں مانا جاسکتا۔

درجِ ذیل حوالات۔

(حجۃ اللہ بالغہ)

(عجالۃ النافعہ)

(تحفۃ الاحوذی)

ہبہ فدك واہل تشیع روایات:

اب ہم اُن روایات کا تذکرہ کرتے ہیں جو اہل تشیع مُحققین نے صراحت کے ساتھ ہبہ فدک میں نقل کی ہیں اور اِن تمام روایات میں واضح طور پر تضاد اور تصادم نمایاں ہے۔

روایت نمبر 1:

عیون أخبار الرضا فیما احتج الرضا علیہ السلام فی فضل العترۃ الطاہرۃ.

قال: والآیۃ الخامسۃ: قال اللہ عزوجل: [وآت ذا القربی حقہ] خصوصیۃ خصھم العزیز الجبار بہا، واصطفاھم علی الأمۃ. فلما نزلت ھذہ الآیۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ادعوا إلی فاطمۃ. فدعیت لہ فقال: یافاطمۃ قالت لبیك یارسول اللہ. فقال صلی اللہ علیہ وآلہ فدك ھی مما لم یوجف علیہ بخیل ولا رك، وھی لی خاصۃ دون

المسلمین، وقد جعلتها لك، لما أمرنی الله به، فخذیها لك ولولدك.

ترجمہ:

امام رضا نے فرمایا: اللہ عزوجل نے جب یہ آیت [وآت ذا القربی حقه] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فَدَک فاطمہؑ کو دے دو پس فَدَک دے دیا گیا
رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے عرض کیا اے فاطمہؑ۔۔ فرمایا حاضر ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فَدَک اور وہ مال جو بغیر گھوڑے دوڑائے اور بغیر محنت کے حاصل ہو وہ ترے لیے خاص ہے نا کہ اِس میں مسلمانوں کا حصہ ہے۔
پس میں نے تجھے عطاء کر دیا۔ اس لیے کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے پس تو اور ترے بیٹے اِس کو لے لیں (بحار الانوار جلد 29 صفحہ 106-107) (مجمع البحرین جلد 5 صفحہ 283) (معجم البلدان جلد 4 صفحہ 238) (ولخّصه فی مراصد الاطّلاع جلد 3 صفحہ 1020) (عیون أخبار الرّضا علیه السّلام جلد 1 صفحہ 233 ضمن حدیث 1) (تفسیر فرات الکوفیّ صفحہ 118-119) (بأربعة طرق جلد 6 صفحہ 467) (تفسیر التبیان جلد 8 صفحہ 253) (شواهد التنزیل جلد 1 صفحہ 338-341 حدیث 467-473) (تفسیر العیّاشی جلد 2 صفحہ 287 حدیث 46-50) (مجمع الزوائد جلد 7 صفحہ 49) (عدّ منها شیخنا الطهرانی فی الذریعة جلد 16 صفحہ 129)
(تاریخ الطبری جلد 3 صفحہ 198)
(العقد الفرید جلد 2 صفحہ 257)
(شرح ابن أبی الحدید جلد 2 صفحہ 19) (أعلام النساء جلد 3 صفحہ 1205) (ارشاد الساری جلد 2 صفحہ 390) (وجاء فی الإمامة والسّیاسة جلد 1 صفحہ 13) (و کتاب الإمام علیّ لعبد الفتّاح عبد المقصود جلد 1 صفحہ 225) وعدّ العلّامة الأمینی عشرات المصادر فی موسوعته الغدیر جلد 3 صفحہ 104، جلد 5 صفحہ 147 صفحہ 777) (وانظر إحقاق الحقّ جلد 1 صفحہ 296.) (جلد 3 صفحہ 549.
جلد 10 صفحہ 296-433305.
جلد 14 صفحہ 575-577 و 618.
جلد 19 صفحہ 119 و 162)۔

سورہ اسراء آیت 2

وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ۔

روایت نمبر 2:

قَرَابَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، وَنَزَلَتْ فِي فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، فَجَعَلَ لَهَا فَدَكَ.
وَالْمِسْكِينِ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ، وَابْنِ السَّبِيلِ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ وَوُلْدِ فَاطِمَةَ.

ترجمہ:

سورہ اسراء کی یہ آیت قرابتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی ہے اِس کا شانِ نزول فاطمہ سلام اللہ علیہ ہیں پس فدک فاطمہ سلام اللہ علیہ کو دے دیا گیا تھا اور مساکین سے مراد فاطمہ سلام اللہ علیہ کی اولاد اور ابن السبیل سے مراد آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ فاطمہ علیہم السلام ہیں۔ (بحار الأنوار جلد 29 صفحہ 114) (تفسیر علیؑ بن إبراهیم جلد 2 صفحہ 18) (تفسیر علیؑ بن إبراهیم جلد 2 صفحہ 326)

روایت نمبر 3:

قَالَ: وَمَا هُوَ قَالَ: أَعْطِ فَاطِمَةَ فَدَكاً، وَهِيَ مِنْ مِيرَاثِهَا مِنْ أُمِّهَا خَدِيجَةَ، وَمِنْ أُخْتِهَا هِنْدٍ بِنْتِ أَبِي هَالَةَ، فَحَمَلَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَا أَخَذَ مِنْهُ، وَأَخْبَرَهَا بِالْآيَةِ.

ترجمہ:

فرمایا آپ فدک فاطمہ سلام اللہ علیہ کو دے دو فدک میراث ہے اِس کی ماں خدیجہ سلام اللہ علیہ کی طرف سے جو کہ بہن ہے ھند بنت ابی ھالہ کی۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ سلام اللہ علیہ کو دیا تھا اور یہی خبر دی ہے اِس آیت میں۔

(بحار الأنوار جلد 29 صفحہ 119)

(کما فی الصحاح جلد 1 صفحہ 145)

(القاموس جلد 1 صفحہ 80)

(تفسیر العیّاشیؒ جلد 1 صفحہ 225 حدیث 49)

روایت نمبر 4

رُوِيَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ خَرَجَ فِي غَزَاةٍ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَاجِعاً نَزَلَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ، فَبَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَطْعَمُ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَتَاهُ جَبْرَئِيلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! قُمْ فَارْكَبْ. فَقَامَ النَّبِيُّ فَرَكِبَ وَجَبْرَئِيلُ مَعَهُ، فَطُوِيَتْ لَهُ الْأَرْضُ كَطَيِّ الثَّوْبِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى فَدَكَ. فَلَمَّا سَمِعَ أَهْلُ فَدَكَ وَقْعَ الْخَيْلِ ظَنُّوا أَنَّ عَدُوَّهُمْ قَدْ جَاءَهُمْ، فَغَلَّقُوا أَبْوَابَ الْمَدِينَةِ وَدَفَعُوا الْمَفَاتِيحَ إِلَى عَجُوزٍ لَهُمْ فِي بَيْتٍ لَهُمْ خَارِجٍ مِنَ الْمَدِينَةِ وَلَحِقُوا بِرُءُوسِ الْجِبَالِ. فَأَتَى جَبْرَئِيلُ الْعَجُوزَ حَتَّى أَخَذَ الْمَفَاتِيحَ، ثُمَّ فَتَحَ أَبْوَابَ الْمَدِينَةِ، وَدَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي بُيُوتِهَا وَقُرَاهَا. فَقَالَ جَبْرَئِيلُ: يَا مُحَمَّدُ! هَذَا مَا خَصَّكَ اللَّهُ بِهِ وَأَعْطَاكَهُ دُونَ النَّاسِ، وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى: مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَطْعَمُ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَتَاهُ جَبْرَئِيلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! قُمْ فَارْكَبْ. فَقَامَ النَّبِيُّ فَرَكِبَ وَجَبْرَئِيلُ مَعَهُ، فَطُوِيَتْ لَهُ الْأَرْضُ كَطَيِّ الثَّوْبِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى فَدَكَ. فَلَمَّا سَمِعَ أَهْلُ فَدَكَ وَقْعَ الْخَيْلِ ظَنُّوا أَنَّ عَدُوَّهُمْ قَدْ جَاءَهُمْ، فَغَلَّقُوا أَبْوَابَ الْمَدِينَةِ وَدَفَعُوا الْمَفَاتِيحَ إِلَى عَجُوزٍ لَهُمْ فِي بَيْتٍ لَهُمْ خَارِجٍ مِنَ الْمَدِينَةِ وَلَحِقُوا بِرُءُوسِ الْجِبَالِ.

فَأَتَى جَبْرَئِيلُ الْعَجُوزَ حَتَّى أَخَذَ الْمَفَاتِيحَ، ثُمَّ فَتَحَ أَبْوَابَ الْمَدِينَةِ، وَدَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي بُيُوتِهَا وَقُرَاهَا. فَقَالَ جَبْرَئِيلُ: يَا مُحَمَّدُ! هَذَا مَا خَصَّكَ اللَّهُ بِهِ وَأَعْطَاكَهُ دُونَ النَّاسِ، وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى: مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ

أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى قَوْلُهُ: فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلا رِكَابٍ وَلكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلى مَنْ يَشَاءُ، وَلَمْ يَعْرِفِ الْمُسْلِمُونَ وَلَمْ يَطَئُوهَا، وَلكِنَّ اللَّهَ أَفَاءَهَا عَلَى رَسُولِهِ، وَطَوَّفَ بِهِ جَبْرَئِيلُ فِي دُورِهَا وَحِيطَانِهَا، وَغَلَّقَ الْبَابَ وَدَفَعَ الْمَفَاتِيحَ إِلَيْهِ. فَجَعَلَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي غِلَافِ سَيْفِهِ- وَهُوَ مُعَلَّقٌ بِالرَّحْلِ ثُمَّ رَكِبَ، وَطُوِيَتْ لَهُ الْأَرْضُ كَطَيِّ الثَّوْبِ، ثُمَّ أَتَاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَهُمْ عَلى مَجَالِسِهِمْ وَلَمْ يَتَفَرَّقُوا وَلَمْ يَبْرَحُوا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: قَدِ انْتَهَيْتُ إِلى فَدَكَ، وَإِنِّي قَدْ أَفَاءَهَا اللَّهُ عَلَيَّ. فَغَمَزَ الْمُنَافِقُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضاً. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: هذِهِ مَفَاتِيحُ فَدَكَ، ثُمَّ أَخْرَجَ مِنْ غِلَافِ سَيْفِهِ، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَرَكِبَ مَعَهُ النَّاسُ.

فَلَمَّا دَخَلَ الْمَدِينَةَ دَخَلَ عَلى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَقَالَ: يَا بُنَيَّةِ! إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَفَاءَ عَلى أَبِيكِ بِفَدَكَ وَاخْتَصَّهُ بِهَا، فَهِيَ لَهُ خَاصَّةً دُونَ الْمُسْلِمِينَ أَفْعَلُ بِهَا مَا أَشَاءُ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَ لِأُمِّكِ خَدِيجَةَ عَلى أَبِيكِ مَهْرٌ، وَإِنَّ أَبَاكِ قَدْ جَعَلَهَا لَكِ بِذلِكِ، وَأَنْحَلْتُكِهَا لَكِ وَلِوُلْدِكِ بَعْدَكِ.

قَالَ: فَدَعَا بِأَدِيمٍ وَدَعَا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ: اكْتُبْ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِفَدَكَ نُحْلَةً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ. فَشَهِدَ عَلى ذلِكَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَوْلًى لِرَسُولِ اللَّهِ وَأُمُّ أَيْمَنَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: إِنَّ أُمَّ أَيْمَنَ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ. وَجَاءَ أَهْلُ فَدَكَ إِلَى النَّبِيِّ، فَقَاطَعَهُمْ عَلى أَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ أَلْفَ دِينَارٍ فِي كُلِّ سَنَةٍ

ترجمہ متعلقہ:

اِس روایت میں ایک قِصّہ بیان کیا گیا ھے کہ جبرئیل علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آتے ھیں اور اُن سے عرض کرتے ھیں سوار ھوجائیں۔ جبرئیل علیہ السلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فدک کی طرف روانہ ھوتے ھیں تو زمین کپڑے کی طرح لپیٹ دی جاتی ھے۔

جب جبریل امین اور رسول اللہﷺ خیبر کے مضافات تک پھنچتے ھیں تو وھاں کے رھائشی خوفزدہ ھو کر فدک کی چابیاں ایک بڑھیا کو دے کر خود پھاڑ کی چوٹی سے یہ منظر دیکھ رھے ھوتے ھیں۔

تو جبرئیل امین علیہ السلام بڑھیا سے وہ چابی لے کر دروازے اور دار کھولتے ھیں اور رسول اللہﷺ کو دے دیتے ھیں اور عرض کرتے ھیں یارسول اللہﷺ یہ خاص ھے آپ کیلئے نہ کے عام انسانوں کیلئے۔۔۔

فتح خیبر کے بعد مدینہ واپس آکر رسول اللہﷺ حضرت فاطمہؓ کے پاس پھنچے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مال فئے دیا جو کہ خاص آپ کیلئے ھے۔ اور رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ یہ بطورِ حق مھر آپ کی والدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنھا کا ھے۔ اِس سے یہ حِصّہ دیا گیا ھے اِس کو میں نے آپ کیلئے حلال کیا ھے۔ اور یہ آپ کیلئے اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کیلئے ھے۔

اِسی روایت میں ایک اور واقعہ پیش آتا ھے جو رسول اللہﷺ کے وصال کے بعد کا ھے کہ جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اُم ایمن رضی اللہ عنھا کو بطورِ گواہ پیش کرتے ھیں تو اُم ایمن رضی اللہ عنھا فرماتی ھے کہ اھل فدک نے 24000 دینار سالانہ ادائیگی کا معاھدہ کیا۔ (بحار الأنوار جلد 29 صفحہ 117-116) (سرّۃ فی البحار جلد 17 صفحہ

378حدیث46)(اثبات الهداۃ جلد2 صفحہ116حدیث515)

(مجمع البحرین جلد1 صفحہ333)

(مجمع البحرین جلد5 صفحہ127)

روایت اہل تشیع میں تعارض:

ہبہ فدک پر اختصار کے ساتھ ہم نے اہل تشیع کتابوں سے صرف (4) روایات نقل کی، جن میں موقف ہبہ فدک کے بارے میں واضح طور پر تضاد و تعارض پایا جاتا ہے۔ فدک کے معاملے میں اہل تشیع گروہ نے عوام الناس میں جو پروپیگنڈہ اور شور و واویلا کیا اُس کی حقیقت منکشف اور نمایاں ہو گئی کہ یہ باغ فدک کو ہبہ ثابت نہیں کرسکے۔

بقول شاعر

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

اب ہم اُن تعارضات کا تذکرہ کرتے ہیں جس کو ہر فرد کے علم میں لانے کی اشد ضرورت ہے۔ کہ کس طرح اہل تشیع طبقے نے فدک کے معاملے میں عوام کو گمراہ کیا ہے۔ پہلی روایت میں سورہ اسراء کی جس آیت کو بطورِ حوالہ پیش کیا گیا ہے اِس کے بارے میں ہم ماقبل بیان کرچکے ہیں کہ یہ آیت دس (10) یا گیارہ (11) نبوی میں نازل ہوئی۔ جب کہ فدک سات (7) یا آٹھ (8) ہجری میں حاصل ہوا دوسری روایت میں بھی یہی ذکر کیا گیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ جبکہ آیت کے نزول کے وقت فدک موجود ہی نہیں تھا۔ قران نے جو مصارف بیان کیے ہیں اُن میں مساکین کی تاویل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں سے کر دی۔ اور ابنِ السبیل کی تاویل آلِ رسول ﷺ اور آلِ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کر دی۔

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تاویل کس قرینے اور کس اشارے کے تحت کی گئی ہے۔ جب کہ آیت میں کوئی اشارہ، کنایہ اور قرینہ موجود نہیں ہے۔ تیسری روایت میں اِس آیت کے شانِ نزول میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حق مہر کے عوض دیا گیا اور بطورِ وراثت۔

تو جناب اِس روایت نے تو فدک کے ہبہ ہونے کے تمام دعووں کو جھوٹ اور کھو کھلا ثابت کر دیا اور پھر یہاں فدک کو میراث کہا گیا ہے۔ چوتھی روایت اوّل تو، کِذب، دروغ گوئی، افتراء اور مکر کے ستونوں پر کھڑی ہے۔ لیکن اگر بالفرض اِس روایت کو سچ مان لیتے ہیں تو جن شیعہ محققین نے وأت ذی القربی کے شانِ نزول کو مدنی کہا۔ پھر وہ سب جھوٹ ہے چوتھی روایت میں ایک باقاعدہ قِصّہ گھڑا گیا ہے کہ جب وأت ذی القربی آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ فدک کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔

جبکہ دوسری مرتبہ فتح خیبر کے موقع پر فدک کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ ساتھ ساتھ اس روایت میں یہ بھی

مرقوم ھے کہ حضور علیہ الصلاۃ السلام نے فَدَک کو مالِ فئے کے طور پر حضرت فاطمہؓ کیلئے مخصوص کیا۔
جبکہ اِن کا یہ دعویٰ تمام شیعہ روایات سے متضاد و متعارض ھے جو روایات ماقبل بیان کی جاچکی ھیں کہ فَدَک اُس وقت ھِبہ ھوا جب آیت وأت ذی القربی نازل ھوئی۔
چوتھی روایت ھی میں ایک اور تعارض سامنے آیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو بطورِ گواہ پیش کرتے ھیں تو فَدَک کے ھِبہ ھونے کے بجائے 24,000 دینار سالانہ ادائیگی کا معاھدہ ھوا
نتیہ: اھل تشیع نے فَدَک کے محل وقوع میں جو روایات پیش کی ھیں اُن روایات ھی میں تضاد ھے۔
< ھِبہ فَدَک میں جس آیت سے استدلال کیا ھے اُس کے تاریخ نزول میں بھی اھل تشیع روایات میں تضاد ھے۔
< اھل سُنّت کی طرف ھِبہ فَدَک میں جن روایات کے کثیر ھونے کا دعویٰ کیا ھے وہ بھی خبرِ واحد ھے۔
< ھبہ فَدَک میں جس راوی کی یہ روایات ھیں جرح و تعدیل میں اُس کی صورتحال انتھائی دگرگوں ھے۔
< یہ تمام روایات محدثین کے طبقہ اولیٰ اور ثانیہ سے منقول نھیں ھیں۔
< جب تک کسی شے کی ملکیت ثابت نہ ھو، ھِبہ نھیں کی جاسکتی۔ بروایت اھل تشیع
< ھِبہ فَدَک میں اھل تشیع روایات میں کثیر تضاد ھے۔
< اھل تشیع نے وأت ذی القربی کے شانِ نزول میں جو روایات پیش کی ھیں اُن میں ھِبہ اور میراث دونوں کا دعویٰ کیا ھے۔
< باغ فَدَک کے بارے میں بروایت اھل تشیع:
اُمِّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ھیں کہ فَدَک 24000 چوبیس دینار سالانہ دینے کا معاھدہ تھا نہ کہ کوئی باغ یا زمین۔
اِن تمام متون کے بعد ھم اِس نتیجے پر پھنچے ھیں کہ باغ فَدَک کے ھِبہ ھونے میں جتنی بھی اھل سنت اور اھل تشیع روایات پیش کی جاتی ھیں وہ سب من گھڑت، جھوٹ اور دَجَل پر مبنی ھے۔ لھذا ھم تو یھی عرض کرتے ھیں
ھزار دام سے نکلا ھوں ایک جنبش میں
جسے غرور ھو آئے کرے شکار مجھے.
اھل تشیع حضرات نے باغ فَدَک کو باطل تاویلات، جھوٹی روایات اور من گھڑت قِصّوں سے ھِبہ ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن جب ان سب میں ناکام ھوئے تو انھوں نے اونٹ کو دوسری کروٹ بٹھایا کہ فَدَک میراث ھے۔
جب کہ ھم ماقبل بیان کرچکے ھیں کہ ھِبہ اور میراث دو متضاد دعوے ھیں، ھِبہ زندگی چاھتا ھے اور میراث موت۔
اور اِس کے ساتھ ساتھ ھم شیعہ کتب سے یہ حو

مذھبِ اھل تشیع میں غیر منقولہ جائیداد میں عورت کا حِصّہ نہ ھونا

ھم آپ کے سامنے ایک مسئلے کو پیش کریں گے جس کہ تحت اھل تشیع مذھب میں غیر منقولہ جائیداد میں

عورت کا کوئی حِصّہ نہیں ہوتا۔

الکافی نے اس موضوع پر باب باندھا ہے اور گیارہ (11) روایات نقل کی لیکن ہم نے بطورِ اختصار صرف دو (2) روایات نقل کی ہیں۔ جبکہ اصولِ اربعہ میں اِس مسئلے پر کثیر روایات موجود ہیں۔

روایت نمبر 1:

علی بن إبراهيم، عن محمد بن عيسى، عن يونس، عن محمد بن حمران، عن زرارة عن محمد بن مسلم، عن أبي جعفر عليه السلام قال النساء لا يرثن من الأرض ولا من العقار شيئاً

ترجمہ

ابو جعفر نے فرمایا عورتیں زمین اور رہائشی عمارت میں وارث نہیں ہوتیں۔

روایت نمبر 2

عن أبي عبد الله عليه السلام قال: سألته عن النساء ما لهن من الميراث؟ قال: لهن قيمة الطوب والبناء والخشب والقصب، وأما الأرض والعقارات فلا ميراث لهن فيها، قال: قلت: فالثياب؟ قال: الثياب لهن نصيبهن قال: قلت: كيف صار ذا ولهذه الثمن ولهذه الربع مسمى؟ قال: لأن المرأة ليس لها نسب ترث به۔

ترجمہ

ابو عبد اللہ سے روایت ہے کہ:

میں نے ان سے پوچھا کہ عورتوں کے پاس وراثت میں سے کیا ہے؟

انہوں نے کہا: ان کے پاس اینٹوں، عمارت، لکڑی اور بانس کی قیمت ہے، زمین اور رہائشی اِملاک میں ان کی کوئی میراث نہیں ہے، میں نے کہا: کپڑے؟ انہوں نے فرمایا: کپڑوں کا اپنا حِصّہ ہے، میں نے کہا: کیسے؟

یہ اتنا اور اس کی قیمت، اور اس کو چوتھائی حصہ کہا

انہوں نے کہا اس لئے کہ خواتین کو میراث دینے کا کوئی نسب نہیں ہے۔

(الکافی جلد 7 صفحہ 127۔130)

تعارضات:

ایک کہاوت مشہور ہے کہ آسمان سے گِرا کھجور میں اٹکا۔

فَدَک کے دعوے پر یہ مثال اہل تشیع پر ثابت آتی ہے کہ جب ہِبہ سے بھاگے میراث کی طرف، تو معصومین کے فرمان کے مطابق غیر منقولہ جائیداد کی وراثت میں عورت کا حِصّہ ہی نہیں۔ تو اب دعویٰ کیا رہ گیا۔؟؟

اہل تشیع کی دِلی تسلّی اور اہل سُنّت کی دلجوئی کیلئے، ہم اُن قرآنی آیات جن کو اہل تشیع فَدَک کے میراث ہونے پر پیش کرتے ہیں۔

نوٹ:

اہلتشیع یہاں ایک وضاحت پیش کرتے

کہ یہاں مراد بیوی ہے بیٹی نہیں ہے۔

اگر اہل تشیع کی بات تسلیم کرلی جائے توپھر تعرض یہ پیش آتاہے کہ اللہ تعالیٰ نےقرآن میں بیوی کیمیراث کامطلقا بیان فرمایاہے تخصیص نہیں فرمائی اوران روایات میں بھی مطلقا عورت کی وراثت کاذکرہے:

فَدَكْ میراث کیسے؟

اہل تشیع کاقران مجید سے استدلال:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا

(سورۃ النساء آیت 11)

ترجمہ:

اللہ تمہاری اولاد کے حق میں تمہیں حکم دیتاہے، ایک مرد کاحصہ دوعورتوں کے برابرہے، پھراگر دو سے زائد لڑکیاں ہوں توان کے لیے دو تہائی حصہ چھوڑے گئے مال میں سے ہے، اوراگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے، اوراگر میت کی اولادہے تواس کے والدین میں سے ہرایک کو کل مال کاچھٹا حصہ ملنا چاہیے، اوراگر اس کی کوئی اولاد نہیں اورماں باپ ہی اس کے وارث ہیں تو اس کی ماں کاایک تہائی حصہ ہے، پھر اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تواس کی ماں کاچھٹا حصہ ہے، (یہ حصہ ہوگا) اس کی وصیت یاقرض کی ادائیگی کےبعد تمہارے باپ یا تمہارے بیٹے، تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون تمہیں زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں، اللہ کی طرف سے یہ حصہ مقرر کیا ہواہے، بے شک اللہ خبردار حکمت والاہے۔

استدلال اہل تشیع:

اہل تشیع اِس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ انبیاء کی دنیاوی وِراثت ہوتی ہے۔توسب سے پہلی بحث یہ ہے کہ اِس آیت کے تحت رسول اللہ ﷺ خطاب میں شامل ہیں یانہیں؟؟

توجناب اہل تشیع حضرات کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خطاب میں شامل ہیں۔

اعتراض اہل سنت:

بالفرض ہم یہ تسلیم کرلیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اِس خطاب میں شامل ہیں تواس نتیجے میں دوسرے حقائق کو ماننا پڑے گاجو مندرجہ ذیل ہیں۔1> دوسری آیاتِ وراثت میں بھی رسول اللہ ﷺ کو شاملِ خطاب کرناہوگا ۔2> اِس آیت کے تحت رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیٹوں، ماں باپ اور بہن بھائیوں کاوارث ہونالازم آئے گا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے زیادہ تر رشتہ دار حیات نہیں تھے۔ توپھر رسول اللہ ﷺ خطاب میں شامل کیسے؟

؟3> قران مجید میں بیوی کی وراثت جو کہ دلالت نص اور قطعی الدلالہ ہے توپھر رسول اللہ ﷺ کی زوجہ یعنی امہات

المؤمنین رضی اللہ عنہما بھی میراث کے خطاب میں شامل ہیں۔ اس پر قران مجید کی یہ آیت اور دوسری آیات بطورِ دلیل ہیں تو امہات المؤمنین رضی اللہ عنہما کو خطاب سے کس دلیل سے علیحدہ کریں گے؟" جس کیلئے سورہ النساء کی آیت 12 پیش ہے۔ تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ (سورہ النساء آیت 12)

ترجمہ:

اور جو مال تم (مرد) چھوڑ مرو۔ اگر تمھارے اولاد نہ ہو تو تمھاری عورتوں کا اس میں چوتھا حصہ۔ اور اگر اولاد ہو تو ان کا آٹھواں حصہ ہے۔

۔4> ایک سوال اور پیدا ہوتا کہ سورہ النساء کی آیت نمبر میں 3 میں رسول اللہ ﷺ میں شامل ہیں یا نہیں؟ اگر شامل ہیں تو دلیل کیا ہے؟ اور اگر شامل نہیں ہیں تو دلیل کیا ہے؟"

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا

(سورہ النساء آیت 3)

ترجمہ:

اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے انصاف نہ کرسکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تم کو پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار ان سے نکاح کرلو۔ اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہ کرسکو گے تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔ اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے

اہل تشیع کے اعتراضات اور ان کے جوابات:

پہلا اعتراض

سورہ النساء کی وراثت والی آیات میں رسول اللہ ﷺ مخاطب نہیں ہیں آپ کے پاس اِس کی دلیل کیا ہے؟"

جواب: 1> ہم ماقبل متن میں بیان کرچکے ہیں کہ انبیاء کو دنیاوی مال کا مورث ماننے میں فرائض کی دوسری آیات میں تعرض پیش آتا ہے۔ 2> متصل صحیح الاسناد شیعہ اور سنی کتابوں میں موجود روایات دال ہیں کہ انبیاء دنیاوی مال کے نہ وارث ہوتے ہیں اور نہ ھی کسی کو وارث بناتے ہیں اور یہی اِس آیت کی تفسیر ہے۔ اور یہی روایات میں بیان ہوا ہے۔

مختصراً ہم ایک ھی روایت پیش کرتے ہیں۔

روایت:

أبي عبد الله عليه السلام قال: قال

رسول الله صلى الله عليه وآله: من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به طريقا إلى الجنة

وإن الملائكة لتضع أجنحتها لطالب العلم رضا به وإنه يستغفر لطالب العلم من في السماء ومن في الأرض حتى الحوت في البحر، وفضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر النجوم ليلة البدر، وإن العلماء ورثة الأنبياء إن الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما ولكن ورثوا العلم فمن أخذ منه أخذ بحظ وافر.

متعلقہ ترجمہ:

بے شک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں بے شک انبیاء علیہم السلام نہیں بناتے وارث کسی کو درھم و دینار کا، بلکہ اُن کی وراثت تو علم ہے۔

(الکافی جلد 34 صفحہ 1)

(المجلسی فی البحار جلد 16 صفحہ 219)

(قرب الاسناد الحمیری القمی صفحہ 91-92)

(من لا یحضر الفقیہ جلد 2 صفحہ 346)

(بحار الانوار جلد 1 صفحہ 164)

اور یہی ھم معنی روایات سنی کتب ستہ احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ (بخاری حدیث نمبر 6728)

(مسلم حدیث نمبر 1761)

(سنن ابو داؤد حدیث نمبر 2976)

دوسرا اعتراض

جناب آپ بخاری کی روایت "لم یورثوا" جو کہ خبر واحد ہے اُس سے تخصیص کیسے کر سکتے ہو؟؟

جواب: 1> یہ روایت بخاری میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور الکافی میں امام جعفر صادق اللہ علیہ سے منقول ہے جبکہ دیگر اسناد بھی موجود ہیں تو آپ کس نظریے سے اِسے خبرِ واحد کہتے ہو؟؟ 2> اہل تشیع کی کتاب تحریر احکام جلد 5 کے صفحہ 55 سے 80 تک (37) سینتیس موانع ارث ذکر ہیں اور اکثر کی تخصیص خبر واحد سے کی گئی ہے جیسے کہ

کافر و مسلمان

غلام و آزاد

قاتل و مقتول

لعان والی کا بیٹا

تو اِن پر اعتراض کیوں نہیں؟؟

تضادات اہل تشیع:

ھم اہل تشیع کے تضاد بیانات کا ذکر کریں گے اور اُس کے ساتھ ھی چند ایسے سوالات پیش کریں گے۔ جس کا

جواب اہل تشیع حضرات کے پاس یقیناً نہیں ہو گا۔

۔۔ایک ہی آیت میں کبھی حضور ﷺ کی ذات کو شامل خطاب کرنا اور کبھی نہ کرنا کیا یہ عمل تضاد پر مبنی نہیں۔۔؟؟

۔۔جب آپ حضرت فاطمہ ؓ کے لیے وراثت ثابت کرتے ہیں تو اس سے حضور ﷺ کی دوسری بیٹیوں کو کس نظریے اور دلیل سے محروم کرتے ہیں۔۔؟؟

۔۔حضور ﷺ کی وراثت مال ثابت کرتے ہوئے اُمُّ المومنین رضی اللہ عنہن کو کس دلیل اور نظریے سے محروم کرتے ہیں۔۔؟؟

۔۔جب آپ انبیاء علیہم السلام کی وراثت مال ثابت کرتے ہو تو آیاتِ فرائض کا کیا حکم ہے؟

کیا فرائض کی تمام آیات سے تعارض لازم نہیں آتا

اہل تشیع کا دوسرا استدلال

وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ۔

۔يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا

(سورہ مریم آیت 5-6)

ترجمہ:

اور بے شک میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی باذ ہے پس تو اپنے ہاں سے ایک وارث عطا کر۔

جو میرا اور یعقوب کے خاندان کا بھی وارث ہو، اور میرے رب اسے پسندیدہ بنا۔

استدلال اہل تشیع

اہل تشیع کہتے ہیں کہ اِس آیت سے مال کی وراثت مراد ہے اِسی وجہ سے حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنے رشتے داروں کی جانب سے یہ خوف لاحق تھا کہ وہ اُن کے بعد اُن کے مال کے وارث ہو جائیں گے۔یہ خوف اپنے بعد کا تھا۔

اعتراض اہلِ سنت

آپ کس قرینے کے تحت یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت مال ہے۔۔؟؟

جواب اہلتشیع

"مِن وَرَائِي" یہ قرینہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنے بعد یہ خوف تھا کہ اُن کے رشتہ دار اُن کے مال کے وارث ہو جائیں گے۔

اعتراض اہلِ سنت

جناب "مِن وَرَائِي" سے مراد مالی وراثت نہیں ہے اور اِس کا جواب بھی ہم قران مجید ہی سے پوچھتے ہیں کہ "مِن وَرَائِي" سے کیا مراد ہے؟؟

پہلا تعارض

حضرت یعقوب علیہ السلام نے موت کے وقت اولاد سے پوچھا:

إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي

(سورہ البقرہ آیت 133)

ترجمہ:

اُس نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟

دوسرا تعارض

قران نے سورہ مریم میں متعدد انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد فرمایا:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا

(سورہ مریم آیت 59)

ترجمہ:

پھر ان کی جگہ ایسے ناخلف آئے جنھوں نے نماز ضائع کی اور خواھشوں کے پیچھے پڑ گئے، پھر عنقریب گمراھی کی سزا پائیں گے

تیسرا تعارض:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ

(سورہ آل عمران آیت 144)

ترجمہ

اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو بس رسول ھی ھیں، ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ھیں، بھلا اگر یہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟

خلاصہ تعارضات

اِن قرانی آیات سے ایک بات سمجھ آئی کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنے بعد اپنی امت یا اپنی اولاد کی اللہ کی فرمانبرداری کے بارے میں سوچا ھے، نہ کہ اپنے مال کی وراثت کے بارے میں۔ تو جناب آپ کا استدلال باطل ھے انبیاء علیہم السلام کی وراثت پر "مِنْ وَرَائِي" کو قرینے کے طور پر پیش کرنا بھی باطل ھے۔

متعلقہ آیت کا سیاقِ کلام

جس آیت سے اھلِ تشیع استدلال کرتے ھیں، اُس میں حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے وارث طلب کرتے ھیں اور اُن کے وارث حضرت یحییٰ علیہ السلام ھوتے ھیں تو ھم دیکھتے ھیں کہ زکریا علیہ السلام نے کن اوصاف کا ذکر کر کے اپنے لئے وارث طلب کیا۔

آیۃ

يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا

(سورہ مریم آیت 6)

ترجمہ:

جو میرا اور یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا بھی وارث ہو، اور میرے رب اسے پسندیدہ بنا۔

آیۃ

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۖ وَّاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا

(سورہ مریم آیت 12)

ترجمہ:

اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے پکڑ، اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا کی۔

آیۃ

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا

(سورہ فاطر آیہ 32)

ترجمہ:

پھر ہم نے اپنی کتاب کا ان کو وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔

تضادات۔

.1> یہاں قواعد کیسے بدل گئے کیا زکریا علیہ السلام کو مال کی زیادہ فکر تھی..؟؟

جب کہ سارے قرینے آپ کے استدلال کے خلاف ہیں..؟؟

.2> کیا زکریا علیہ السلام کو اللہ کے حکم کا علم نہیں تھا کہ رشتے دار بھی مال کے وارث ہوتے ہیں..؟؟

جب کہ اللہ تعالیٰ نے رشتے داروں کو مالی وارث بنایا ہے۔

.3> اہلِ تشیع کے استدلال کے مطابق تمام انبیاء علیہم السلام تو امت کی بھلائی کی فکر کریں اور حضرت زکریا علیہ السلام مال کی فکر کریں۔

.4> کیا "مِنْ وَّرَآءِيْ" کا جو مفہوم آپ نے لیا ہے وہ قران کی دوسری آیات سے متصادم نہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام کی اُمت کی فکر میں بیان کی گئی ہیں..؟؟

.5.> فرائض کی دوسری آیات جن کا ماقبل ذکر کیا گیا ہے، کیا تمام قرینے علومِ نبوت پر دلالت نہیں کرتے..؟؟

اہل تشیع کا تیسرا استدلال

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۖ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ

(سورہ النمل آیت 16)

ترجمہ: اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا، اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر قسم کے

سازوسامان دیے گئے ہیں، بے شک یہ صریح فضیلت ہے۔

استدلال اہل تشیع

اِس آیت سے شیعہ حضرات نے انبیاءؑ کی وراثت مال ہونا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

کہ داودؑ کے وارث سلیمانؑ ہوئے ہیں۔

اعتراض اہل سنت

جناب حضرت داودؑ کی سلیمانؑ کے علاوہ بھی اولادیں تھیں۔

اولادِ داودؑ

۔(1) یہ داودؑ کے بیٹے ہیں جو حبرُون میں اُس سے پَیدا ہُوئے ۔پہلا امنون یزرعیلی اخِینُوعم کے بطن سے تھا۔

۔2.) دوسرا دانی ایل کرمِلی ابیجیل کے بطن سے تھا۔

۔3) تیسرا ابی سلوم جو جسُور کے بادشاہ تلمی کی بیٹی معکہ کا بَیٹا تھا۔

۔4) چَوتھا ادُونیاہ جو حِجیّت کا بَیٹا تھا۔

۔5) پانچواں سفطیاہ ابی طال کے بطن سے تھا۔

۔6) چھٹا اِترعام اُن کی بِیوی عجلہ سے تھا۔

(کتاب سموئیل آیت 1:3)

اِس کے علاوہ یروشلم میں پیدا ہونے والی داودؑ کی دیگر اولادیں تواریخ کی روشنی میں مندرجہ ذیل ہیں۔

۔1) سِمعا، سُوباب، ناتن اور سُلیمان۔ یہ چاروں عمّی ایل کی بیٹی بت سُوع کے بطن سے تھے۔

۔2) اِبحار، الِیسمع، الِیفلط، نُجہ، نفج، یفِیعہ، الِیدع اور الِیفلط یہ سب حرموں کے بطن سے تھے اور تمر اِن کی بہن تھی۔

(تواریخ اول باب سوم آیہ ۔5۔9)

حضرت داودؑ کی ننانوے (99) بیویاں تھیں اور بیس (20) کے قریب بیٹے بیٹیوں کا ذکر ملتا ہے

یہاں بھی اہل تشیع اپنی روایتی مکروفریب کے ذریعے سے باطل تاویل اور استدلال کرتے ہوئے صرف سلیمانؑ کو وارث بنا کے دیگر بیٹے، بیٹیوں اور بیویوں کو محروم کر رہے ہیں

اعتراض اہلِ تشیع

اہلسنت کی طرف سے لفظ وارث کو مجاز کے بجائے اصل معنی میں کیوں مراد نہیں لیا جاتا اور مجاز میں استعمال کی دلیل کیا ہے۔؟؟

پہلا جواب

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ النمل 15)

ترجمہ: اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا، اور کہنے لگے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت دی۔

دوسرا جواب

اسی آیت کی تفسیر میں اہل تشیع مفسرین نے لفظ "ورث" کو علم کی وراثت کے معنی میں لیا ہے نہ کہ مال کی وراثت کے معنی میں۔

روایت مندرجہ ذیل ہے۔

ولقد آتینا داود وسلیمان علما طائفة من العلم أو علما ای علم وقالا
الحمد لله فعلا شکرا له ما فعلا وقال الحمد لله الذی فضلنا علی کثیر من عباده
المؤمنین یعم من لم یؤت علما أو مثل علمهما وفیه دلیل علی فضل العلم وشرف
أهله حیث شکراه علی العلم وجعلاه أساس الفضل ولم یعتبرا دونه وما أوتیا من الملك
الذی لم یؤت غیرهما وتحریض للعالم علی أن یحمد الله علی ما آتاه من فضله وان
یتواضع ویعتقد انه وان فضل علی کثیر فقد فضل علیه کثیر

(تفسیر صافی جلد 4 صفحہ 59)

تیسرا جواب

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ ۖ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ

(سورۃ النمل 16)

ترجمہ: اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا، اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر قسم کے ساز وسامان دیئے گئے ہیں، بے شك یہ صریح فضیلت ہے۔

موقف اہلِ سنت

سورۃ النمل کی آیت 16 میں داود ﷺ کی وراثت کا جو ذکر ہوا ہے وہ مُلك اور نبوت تھی نہ کہ مال، جس کے وارث سلیمان ﷺ ہوئے۔ اور اہل تشیع کی مابعد روایات بھی اسی موقف پر دلالت کرتی ہیں کہ مُلك اور نبوت وراثت تھی نہ کہ مال۔

اہل تشیع روایات

وورث سلیمان داود الملك والنبوة فی الکافی عن الجواد علیه السلام۔۔۔۔

فی الجوامع عن الصادق علیه السلام یعنی
الملك والنبوة۔۔۔۔

والقمی عنه علیه السلام أعطی سلیمان بن داود مع علمه معرفة المنطق بکل لسان۔۔۔۔

وفی المجمع عنه عن أبیه علیهما السلام قال أعطی سلیمان بن داود ملك
مشارق الارض۔۔۔۔

وفی البصائر عنه علیه السلام قال قال أمیر المؤمنین علیه السلام لابن عباس ان

الله علمنا منطق الطیر

اِن اہل تشیع تفاسیر و روایات میں موجود ہے کہ سلیمان علیہ السلام نبوت و علوم نبوت اور مُلک کے وارث ہوئے ہیں تفسیر صافی میں جب وراثت داود علیہ السلام کے بارے امام جعفر صادق سے سوال کیا گیا تو انہوں نے بھی مُلک اور نبوت ھی وراثت فرمائی ہے

(صافی جلد 4 صفحہ 59-60)

الکافی کی ایک اور روایت پیش ہے:

قال ابو عبد الله۔ان سلیمان ورث داود وان محمد ورث سلیمان۔

(الکافی جلد 1 صفحہ 53 طبع۔تہران)

نتیجہ

ان تمام روایات سے "ان الانبیاء لم یورثوا" کی بھی تصدیق ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام نہ مال کے وارث بناتے ہیں اور نہ ھی مال کے وارث بنتے ہیں

تضادات

۔1> داود علیہ السلام کی دوسری اولادوں اور بیویوں کو وراثت سے کیسے محروم کردیا..؟؟۔

۔2۔> کیا انبیاء علیہم السلام کی وراثت مال ثابت کرتے ہوئے دوسری فرائض سے تعارض پیش نہیں آتا..؟؟۔

۔3۔> کیا آپ کا یہ استدلال خود آپ کے ائمہ معصومین کی روایات کے خلاف نہیں جنھوں نے مُلک اور نبوت کو وراثت فرمایا ہے..؟؟۔

۔4۔> الکافی کی روایت کے مطابق رسول الله (صلی الله علیہ وسلم) سلیمان علیہ السلام کے کس چیز میں وارث ہوئے۔۔؟؟

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے

اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

استدلال اہلِ سنت

جناب انبیاء علیہم السلام کی وراثت علوم نبوت ہوتی ہے نہ کہ مالِ دولت علم و علماء کی فضیلت میں الکافی میں کثیر روایات ذکر ہوئی ہیں ہم الکافی کی اِس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نہ کسی کے مال کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ھی کسی کو مال کا وارث بناتے ہیں۔

روایت

محمد بن الحسن و علی بن محمد، عن سهل بن زیاد و محمد بن یحیی عن أحمد بن محمد جمیعا عن جعفر بن محمد الأشعری عن عبد الله بن میمون القداح و علی بن إبراهیم عن أبیه، عن حماد بن عیسی، عن القداح، عن أبی عبد الله علیه السلام قال: قال رسول الله صلی الله علیه وآله من سلك طریقا یطلب فیه علما سلك الله به طریقا إلی الجنة وإن الملائكة لتضع أجنحتها لطالب العلم رضا به وإنه یستغفر لطالب العلم من فی السماء ومن فی الأرض حتی

الحوت فی البحر، وفضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر النجوم لیلة البدر۔
وإن العلماء ورثة الأنبیاء إن الأنبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولکن ورثوا العلم فمن أخذ منه أخذ بحظ وافی
(الکافی جلد 1 صفحہ 34)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص علم کی طلب میں کسی راستے پر چلا، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر چلائے گا بے شک فرشتے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں اس شخص کیلئے جو اللہ کی رضا کے لیے علم حاصل کرتا ہے اور تمام مخلوقات جو آسمانوں میں اور جو زمین میں یہاں تک کے سمندر کی مچھلیاں استغفار طلب کرتی ہیں طالب علم کیلئے، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر بے شک علماء کرام انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک نہیں بناتے انبیاء وارث کسی کو دینار یا درھم کا بلکہ ان کی وراثت تو علم ہے اور جو اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اسے کافی حصہ ملتا ہے۔
تائیدی روایات اہل تشیع:
روایت نمبر 1:
أبي عبد الله علیه السلام قال إن العلماء ورثة الأنبیاء وذاك أن الأنبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا، وإنما أورثوا أحادیث من أحادیثھم، فمن أخذ بشيء منھا فقد أخذ حظا وافرا، فانظروا علمکم ھذا عمن تأخذونه؛ فإن فینا أھل البیت فی کل خلف عدولا ینفون عنه تحریف الغالین، وانتحال المبطلین، وتأویل الجاھلین.
یہ بھی اسی حدیث کی تائید ہے اور اس میں انما سے حصر ہے اور اہل زبان جانتے ہیں کہ انما اور لکن دونوں استدراک کے لیے ہوتے ہیں اور شک کو دور کرتے ہیں اور مابعد میں داخل ہونے والے شکوک وشبہات کو دور کرتے ہیں۔۔
روایت نمبر 2:
جعفر، عن أبیه: أن رسول الله صلی الله علیه وآله لم یورث دینارا ولا درھما، ولا عبدا ولا ولیدة، ولا شاة ولا بعیرا، ولقد قبض رسول الله صلی الله علیه وآله وإن درعه مرھونة عند یھودي من یھود المدینة بعشرین صاعا من شعیر، استسلفھا نفقة
ترجمہ: حضرت ابو جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول ﷺ نے کسی کو درھم و دینار یا غلام یا باندی یا بکری یا اونٹ کا وارث نہیں بنایا، بلا شبہ آنحضور ﷺ کی روح اس حال میں قبض ہوئی جب کہ آپ کی زرہ مدینہ کے ایک یہودی کے پاس صاع جو کے عوض رھن تھی، آپ نے اس سے اپنے گھر والوں کے لئے بطور نفقہ یہ جو لئے تھے۔
(قرب الاسناد الحمیری القمی صفحہ 92-91)
(بحوالہ المجلسی فی البحار جلد 16 صفحہ 219)

روایت نمبر 3:

عَنْ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْقَدَّاحِ عَنِ الصَّادِقِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ آبَائِهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص مَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَطْلُبُ فِيهِ عِلْماً سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقاً إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِهِ وَإِنَّهُ لَيَسْتَغْفِرُ لِطَالِبِ الْعِلْمِ مَنْ فِي السَّمَاءِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ حَتَّى الْحُوتُ فِي الْبَحْرِ وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ النُّجُومِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَاراً وَلَا دِرْهَماً وَلَكِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ.

(من لا يحضر الفقيه جلد 2 صفحه 346)

(بحار الأنوار، جلد 1، صفحه 164)

(الکافی جلد 1 صفحه 34)

اعتراض اهل تشیع

جناب اهل تشیع حضرات اپنی اِس روایت پر درجنوں اعتراض کرتے هیں

اعتراض

یہاں سونا چاندی درهم دینار کا ذکر هے زمین کا ذکر نهیں تو زمین میں وراثت جاری هو گی

جواب:

.1> آپ کا اعتراض اصول پر نهیں قیاس باطل پر مبنی هے کیونکه لکن وانما حصر کے لیے هیں۔ اور مابعد میں پیدا هونے والے شکوک کو دور کرتے هیں اصولوں کے مطابق اِس جملے کی نحوی صرفی و بلاغی ترکیب کریں۔ اور پھر ترجمه کریں آپ کا اعتراض هی نهیں بنے گا

.2> استدلال اهل تشیع سے پهلے هم اس مسئلے پر وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے هیں که اهل تشیع کے نزدیک غیر منقوله جائیداد کی وراثت میں عورت کا حِصه نهیں هوتا۔

اعتراض

جناب آپ نے اِس کا ترجمه غلط کیا هے اس سے مراد هے که علماء علم کے وارث اور اهل بیت مال کے وارث هیں

جواب

.1> عبارت ان الانبیاء لم یورثوا درهما و دینارا

جهالت کی حد هے جو لوگ عربی قواعد کو جانتے هیں وه یه بھی جانتے هیں که جو ترجمه اهل سنت نے کیا وه درست هے اور اهلتشیع ترجمه کی وجه سے عوام کو دھوکا دینا چاهتے هیں وه غلط هے۔

مثال: والله یدعوا الی دار السلام

ان دونوں عبارتوں میں لفظ احداً مفعول، محذوف اور عام یا نکره هے۔

تو جو ترجمه هم نے کیا وه درست اور اهل تشیع کا غلط هے

.2> کتاب اهلتشیع تنزیه الانبیاء صفحه 45 حدیث کے اِس حصے کا اهل تشیع کا کیا هوا فارسی ترجمه ملاحظه

کریں۔

البتہ میراث انبیاء درھم و دینار نبودہ بلکہ علوم و اخلاق و مقامات و صفات مرضیہ ایشاں بودہ است

یہ اہل تشیع کی اپنی کتاب کا کیا ہوا ترجمہ ہے کاش کہ اعتراض کرنے والے جانتے کہ اہل تشیع نے بھی وہی ترجمہ کیا جو ہم نے کیا ہے۔

تو اعتراض ختم۔۔!!

پہلے اس کا جواب دیں جو اہل تشیع علماء نے ترجمہ کیا ہے.

اعتراض

اہل سنت لم یورثوا کو فعل مجہول پڑھتے ہیں جبکہ لم یورثو فعل معروف ہے۔اس صورت میں لم یورثو کا فاعل علماء ہونگے علماء انبیاء کے علم کے وارث ہونگے اور اہل بیت مال کے وارث ہوں گے۔

جواب

اہل بیت اطہار ہر مرد و زن سے بڑہ کر کون عالم ہے اور ائمہ اہل بیت سے روایات موجود ہیں۔

روایت نمبر 1:

وفی الکافی عنه علیه السلام إنما نحن الذین یعلمون وعدونا الذین لا یعلمون وشیعتنا أولوا الألباب

وعن الصادق علیه السلام لقد ذکرنا الله وشیعتنا وعدونا

(الکافی کی روایت بحوالہ تفسیر صافی جلد 4 صفحہ 216)

اِس آیت کے بارے میں امام باقر فرماتے ہیں جو جانتے ہیں وہ ہم ہیں اور جو نہیں جانتے وہ ہمارے دشمن اِس کے ہم معنی اور بہت ساری روایات موجود ہیں۔

روایت نمبر 2:

لأمالی للصدوق

فِي خُطْبَةٍ خَطَبَهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع بَعْدَ فَوْتِ النَّبِيِّ ص وَلَا كَنْزَ أَنْفَعُ مِنَ الْعِلْمِ.

الأمالی للصدوق ن، عیون أخبار الرضا علیه السلام فِي كَلِمَاتِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع بِرِوَايَةِ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْحَسَنِيِّ قِيمَةُ كُلِّ امْرِءٍ مَا يُحْسِنُهُ.

(بحار الانوار جلد 1 صفحہ 165)

روایت نمبر 3:

عَنْ عَلِيٍّ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص لَا خَيْرَ فِي الْعَيْشِ إِلَّا لِرَجُلَيْنِ عَالِمٍ مُطَاعٍ أَوْ مُسْتَمِعٍ وَاعٍ. نَوَادِرُ الرَّاوَنْدِيِّ بِإِسْنَادِهِ عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ آبَائِهِ ع عَنِ النَّبِيِّ ص قَالَ: لَا خَيْرَ فِي الْعَيْشِ إِلَّا لِمُسْتَمِعٍ وَاعٍ أَوْ عَالِمٍ نَاطِقٍ. وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص أَرْبَعٌ يَلْزَمُ مَنْ كُلَّ ذِي حِجًى وَعَقْلٍ مِنْ أُمَّتِي قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هُنَّ قَالَ اسْتِمَاعُ الْعِلْمِ وَحِفْظُهُ وَنَشْرُهُ عِنْدَ أَهْلِهِ وَالْعَمَلُ بِهِ. الخصال

مَا جِيلَوَيْهِ عَنْ عَمِّهِ عَنِ الْبَرْقِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عِدَّةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ يَرْفَعُونَهُ إِلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع أَنَّهُ قَالَ: مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُومُ عِلْمٍ وَ مَنْهُومُ مَالٍ. بيان قال الجوهري النهمة بلوغ الهمة في الشيء وقد نهم بكذا فهو منهوم أي مولع به وفي الْحَدِيثِ مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُومٌ بِالْمَالِ وَ مَنْهُومٌ بِالْعِلْمِ

(بحار الانوار جلد 1 صفحه 168)

خلاصه۔

یہ تمام روایات مطلقاً اہل بیت کے علم کے بارے میں مذکور ہیں۔ تو اب یا تو آپ کی سوچ فاسد ہے، یا یہ روایات۔

اعتراض

یہ حدیث (لم یورثو) اِن قرآنی آیات کے خلاف ہے

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا

(سورہ النساء آیت 11)

> وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا

(سورہ النساء آیت 33)

> لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا

(سورہ النساء آیت 7)

> وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ ۖ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ

(سورہ النمل آیت 16)

> يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا

(سورہ مریم آیت 6)

جواب

1> پہلی تین آیات میں وراثت کا ذکر ہے لیکن مخاطب اُمت ہے نبی ﷺ نہیں اور کوئی اشارہ، کنایہ اور قرینہ بھی نہیں ہے۔ جبکہ آخری دو آیتوں میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے مالی وراثت کا ذکر نہیں ان کی تفصیل استدلال اہل تشیع میں بیان کر چکے ہیں

2۔ ماقبل بیان کی جانی والی الکافی بخاری اور تائیدی روایات "لم یورثو" اِن آیات کی تفسیر کرتی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت مال نہیں ہوتا اور یہ روایات قران کے مخالف نہیں بلکہ اہل تشیع کی کج عقل کے خلاف ہے۔

باغ فَدَک میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا طریق:

جو عمل اور طریقہ جناب رسول پاک ﷺ نے اموالِ فئے فدک وغیرہ کے متعلق اپنے عہد مبارک اور حیات طیبہ میں مقرر اور جاری فرمایا تھا وہی تمام خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت، حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دور تک اِس میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل واقع نہ ہوا۔ تمام سنی و شیعہ مورخین، محدثین اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ جو عمل رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں کیا وہی عمل تمام خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اپنی حیات میں کیا۔

اہل تشیع روایات:

اہل تشیع کی ان روایات میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا فَدَک کے حِصّے کی تقسیم پر طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے۔

روایت نمبر 1:

اموال واحوال خودرا از تو مضائقہ ندارم آنچہ خواھی تو سیدہ امت پدر خودی و شجرہ طیبہ از برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمے تواند کرد و حکم تو نافذ است در مال من۔ اما در گفتہ پدر تو نمے توانم کرد

ترجمہ:

میں اپنا مال جائیداد دینے میں تم سے دریغ نہیں کرتا، جو کچھ مرضی چاہے لے لیجئے۔ آپ اپنے باپ کی اُمت کی سیدہ رضی اللہ عنہا ہیں اور اپنے فرزندوں کے لئے پاکیزہ اصل اور شجرہ طیبہ ہیں۔
آپ کے فضائل کا کوئی انکار نہیں کرتا آپ کا حکم میرے ذات مرے مال میں بلا چوں وچرا جاری و منظور ہے۔
لیکن عام مسلمانوں کے مال میں آپ کے والد بزرگوار ﷺ کے حکم کی مخالفت ہرگز نہیں کرسکتا۔

(حق الیقین صفحہ 231)

روایت نمبر 2

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاخذ من فدك قوتکم ویقسم الباقی ویحمل فیہ فی سبیل اللہ ولك علی اللہ ان اصنع بھا کما کان یصنع فرضیت بذلك وأخذت العھد علیہ بہ وکان یاخذ غلتھا فیدفع الیھم منھا ما یکفیھم ثم فعلت الخلفاء بعدہ ذلك

(شرح نہج البلاغۃ، جلد 5 صفحہ 7 از ابن میثم البحرانی مطبوعہ تھران)

ترجمہ:

تم سب سچے ہو۔ مگر اس کا تصفیہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فَدَک کی آمدنی سے تمہارے گزارے کے لئے رکھ لیتے تھے، اور باقی جو بچتا تھا اس کو تقسیم فرما دیتے تھے اور اللہ کی راہ میں اس میں سے اٹھا لیتے تھے اور میں تمہارے لئے اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ فَدَک میں وہی کروں گا جو رسول کرتے تھے تو اس پر فاطمہ راضی ہو گئیں اور فَدَک میں

اسی پر عمل کرنے کو ابوبکر سے عهد لے لیا اور ابوبکر فَدَك کی پیداوار کرلیتے تھے اور جتنا اهل بیت کا خرچ هوتا تھا ان کے پاس بھیج دیتے تھے، اور پھر ابوبکر کے بعد اور خلفاء نے بھی اسی طرح کیا۔

روایت نمبر 3:

عمل أمير المؤمنين، وإنما أمنع أن يكون أمير المؤمنين عليه السلام قد سار على طريقة الصديق، فإن التاريخ لم يصرح بشيء من ذلك، بل صرح بأن أمير المؤمنين كان يرى فدك لأهل البيت، وقد سجل هذا الرأي بوضوح في رسالته إلى عثمان بن حنيف كما سيأتي.

فمن الممكن أنه كان يخص ورثة الزهراء وهم أولادها وزوجها بحاصلات فدك، وليس في هذا التخصيص ما يوجب إشاعة الخبر، لأن المال كان عنده وأهله الشرعيون هو وأولاده. كما يحتمل أنه كان ينفق غلاتها في مصالح المسلمين برضى منه ومن أولاده عليهم الصلاة والسلام، بل لعلهم أوقفوها وجعلوها من الصدقات العامة.

(شرح نهج البلاغة، لابن ابی الحدید جلد 16 صفحه 208)

متعلقه ترجمه:

اِس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فَدَك کے استعمال کا طریقه کار بیان کیا گیا ھے ابن ابی حدید نے بتایا که جس طریق پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باغ فَدَك کو استعمال کرتے تھے اسی طریق پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغ فَدَك کو استعمال کیا ھے۔

روایت نمبر 4:

ابوبکر رضی اللہ عنہ باغ فدك کے غله میں سے اتنا حصه اهلِ بیت کو دے دیا کرتے تھے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی هوتا۔ باقی سب تقسیم کردیا کرتے تھے، آپ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا هی کرتے، عثمان رضی اللہ عنہ بھی ایسا هی کیا کرتے اور ان کے بعد علی رضی اللہ عنہ بھی ایسا هی کیا کرتے تھے۔

(شرح نهج البلاغة، لابنِ ابی الحدید جلد 4 صفحه 44)

(شرح نهج البلاغة، لابنِ میثم البحرانی جلد 5 صفحه 107)

(الدرة النجفية صفحه 332)

(شرح نهج البلاغة، جلد 55 صفحه 960 فارسی لعلی نقی مطبوعه تهران)

روایت نمبر 5:

زید بن علی بن حسین کهنے لگے: الله کی قسم اگر فیصله میرے پاس آتا تو میں بھی وهی فیصله کرتا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا ھے۔

(شرح نہج البلاغة، لابنِ ابی الحدید، جلد 4 صفحہ 82)

روایت نمبر 6:

زین العابدین بن حسین بن علی فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر فدک کی تقسیم کا مقدمہ میری طرف لوٹ کر آتا تو میں بھی اس کا وہی فیصلہ کرتا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا۔

(شرح نہج البلاغة، لابن ابی الحدید جلد 4 صفحہ 113)

خلاصہ روایات:

باغ فدک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا طریقہ کار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنایا، اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد یہی طریقہ کار اپنانے سے یہ بات تو ثابت ہوئی کہ فدک مال فئے تھا۔

تضادات:

1> حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغ فدک کے مسئلہ میں خلفائے ثلاثہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ) کا طریق کیوں اختیار کیا۔۔؟؟

2> حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا طریق کیوں اختیار کیا۔۔؟؟

3> کیا یہ معقول جواب ہے کہ اہل بیت جو چیز چھوڑ دیں وہ واپس نہیں لیتے۔۔؟؟

4> غصب باغ فدک میں جو الزامات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر لگائے جاتے ہیں کیا انہیں الزامات کی زد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نہیں آتے۔۔؟؟

5> کیا اِن تمام الزامات کی زد میں رسول ﷺ کی ذاتِ مبارکہ نہیں آتی۔۔؟؟

ناراضگی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:

اہل تشیع کے مندرجہ ذیل اعتراض

اعتراض

اہل سنت کی کتابوں میں کثرت سے حضرت فاطمہ رضی اللہ کی ناراضگی کی روایات ہیں۔

جواب:

1> حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق کسی دوسرے شخص کا یہ خیال کہ باہم ناراض تھے۔ اگرچہ وہ شخص بالفرض معصوم بھی ہو۔ یقیناً اُس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتا جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خود بنفس نفیس اپنی زبان سے ناراضگی کا اظہار نہ فرمائیں۔ اور یہ بات قطعاً کسی معتبر کتاب اہل سنت سے ثابت نہیں ہوسکتی۔

2> صحیحین میں ناراضگی کی چودہ روایات درج ہیں جن میں چار میں ناراضگی کا لفظ ذکر ہے اور ان چار روایات کی سب سندیں امام زہری پر جا کر جمع ہوتی ہے تو تواتر کیسا ؟؟ اور لفظ قال سے راوی کی زیادتی ثابت ہو رہی ہے۔

جو کہ راوی کا گمان تھا جبکہ دس روایات میں ناراضگی کا لفظ ذکر نہیں ہے
3> اس کے برعکس شیعہ کی معتبر ترین کتابوں میں حضرت فاطمہؓ کی زبانی جناب علی المرتضیؓ سے فدک کی وجہ سے سخت ناراضگی ثابت ہے، جس کا ازالہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں بھی نہ کیا۔ بلکہ فدک کو جناب رسول کریم علیہ الصلوۃ السلام اور خلفائے ثلاثہ (ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ) والے طریقہ پر باقی رکھا اور سابقہ خلفا راشدینؓ کے طرز عمل میں کسی تغیر و تبدیلی کو جائز نہ سمجھا۔
جناب علی المرتضیؓ جن پر حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی شیعہ کے نزدیک یقینی ثابت ہے کہ ان کو حضرت فاطمہؓ نے خود ناراضگی کے سخت الفاظ فرمائے ان کو امام معصوم اور خلیفہ برحق سمجھنا اور ابوبکر صدیقؓ جن پر حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی کا کوئی یقینی ثبوت نہیں۔ ان کو ظالم، وغاصب سمجھنا کس انصاف اور کس دیانت پر مبنی ہے

اهل تشیع روایات:

اهل تشیع کی کتابوں میں حضرت فاطمہؓ کا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے راضی ہونا ثابت ہے اور اسی موقف پر اهل سنت واهل تشیع کتابوں میں روایات موجود ہیں۔

روایت نمبر1:

قال إن لك ما لأبيك كان رسول الله ﷺ يأخذ من فدك قوتكم ويقسم الباقي ويحمل منه في سبيل الله ولك على الله أن أصنع بها كما كان يصنع فرضيت بذلك وأخذت العهد عليه
ترجمہ: حضرت ابوبکرؓ نے سیدہ فاطمہؓ سے کہا جو آپ کے والد محترم کا تھا وہ آپ کا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فدک میں سے آپ کیلئے کچھ رکھ لیا کرتے تھے باقی اللہ سبحانہ وتعالی کے راستے میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اللہ کی قسم! میں آپ کے ساتھ ویسا ھی کروں گا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیا کرتے تھے یہ سُن کر فاطمہؓ خوش ہو گئیں اور اس بات کا آپ سے عهد لے لیا۔
(شرح نہج البلاغۃ جلد5 صفحہ7 از ابن میثم البحرانی مطبوعہ تھران)

روایت نمبر2:

وذلك إن لك ما لأبيك كان رسول الله ﷺ يأخذ من فدك قوتكم ويقسم الباقي ويحمل من في سبيل الله ولك على الله أن أصنع بها كما كانا يصنع فرضيت بذلك وأخذت العهد عليه به
ترجمہ: اور یہ وھی ہے جو آپ کے والد نے کیا کہ خدا کے رسولﷺ فدک کا بقدرِ ضرورت حصہ لے لیا کرتے تھے۔ اور باقی اللہ تعالیٰ کے راستے میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور یہ آپ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے اللہ کی طرف سے تھا، میں بھی وھی کروں گا اس معاملے میں، جیسے وہ کرتے تھے، پس وہ راضی ہو گئیں اور میں نے اس عهد کو اس طرح پورا کیا۔
(کتاب در تحفہ شرح نہج البلاغۃ صفحہ 332-331)

(الشیعه و اهل البیت صفحه 75)

روایت نمبر 3:

إن أبابکر لما رأی أن فاطمة انقبضت عنه وهجرته ولم تتکلم بعد ذلك فی أمر فدك کبُر ذلك عنده فأراد استرضاءها فأتاها فقال لها: صدقت یا ابنة رسول الله ﷺ فیما ادعیت ولکنی رأیت رسول الله ﷺ یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد أن یعطی منها قوتکم والصانعین فقالت: افعل فیها کما کان أبی رسول الله ﷺ یفعل فیها. قال أشهد الله علی أن أفعل فیها ما کان یفعل أبوك فقالت: والله لتفعلن فقال والله لأفعلن فقالت اللهم اشهد اللهم اشهد فرضیت بذلك وأخذت العهد علیه وکان أبوبکر یعطیهم منها قوتهم فیعطی الفقرآء والمسکین

(آفتابِ هدایت صفحه 251)

اهل سنت روایت:

والله ما ترکت الدار والمال والأهل والعشیرة إلا ابتغاء مرضاة الله، ومرضاة رسوله، ومرضاتکم أهل البیت. ثم ترضاها حتی رضیت. وهذا إسناد جید قوی

(البدایه والنهایة جلد 5 صفحه 289 عماد الدین بن کثیر)

ترجمه:

الله کی قسم! میں اپنا گھر بار مال اور اهل و عیال، قوم برادری، سب کچھ الله تعالیٰ اور اس کے رسول علیه السلام کی رضا جوئی اور تم اهل بیت نبوت کی رضا جوئی کے لئے چھوڑ چھاڑ آیا تھا جس سے سیدهؓ کو خوش کیا تو سیدهؓ نهایت راضی خوش هو گئی اس روایت کی سند نهایت عمده صحیح اور معتبر و مضبوط هے۔

تعارضات:

1> کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کامل الایمان هونا ثابت نهیں هوتا، بوجه اِس کے حضرت فاطمهؓ کے سوال کرنے پر فرمایا که انبیاء کی وراثت نهیں هوتی، انبیاء جو کچھ چھوڑتے هیں وه صدقه هوتا هے۔ اور فَدَك اور دوسرے اموالِ وقف میں حضور علیه الصلوٰة والسلام کا طریق اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔

2> حضرت فاطمهؓ کی ناراضگی کی وجه کیا تھی، فرمانِ رسول ﷺ کا سنایا جانا یا فرمانِ رسول ﷺ کی وجه سے مال کا نه ملنا یا که فرمانِ رسول ﷺ کے بارے میں علم نه هونا؟ کیا حضرت فاطمهؓ کی ناراضگی بهر صورت رسول علیه الصلوٰة السلام کی طرف نهیں لوٹتی؟

نتیجه:

یهی وه نقطه هے جس پر مشهور بریلوی عالم ڈاکٹر اشرف جلالی صاحب دامت برکاتهم عالیه پر ایف۔آئی۔آر (F.I.R) درج کروائی گئی۔ جس کے ضمن میں اهل تشیع اور کچھ درباری مُلاؤں کی طرف سے یه الزام لگایا گیا که اشرف جلالی نے حضرت فاطمهؓ کی شان میں گستاخی کی هے۔ جو که معصوم هیں۔

عِصمت کی جس تعریف پر اهل تشیع نے اجماع کیا هے۔ مُلا باقر مجلسی نے عِصمت کی جو تعریف کی هے اس پر اهل

تشیع کا اجماع ہے۔ وہ کہتا ہے کہ
"جان لو امامیہ کا اتفاق ہے کہ ائمہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں اُن سے اصلاً گناہوں کا صدور ممکن ہی نہیں ہے۔
وہ عمداً، نسیاناً، خطاً، تاویل یا تفسیر میں غلطی کرنا یا اللہ کو اُن کا بھلا دینا تو ایک طرف رہا"
(بحار الانوار جلد 25 صفحہ 211)
(مراۃ العقول جلد 4 صفحہ 352)
یہ دعویٰ تو عِصمت کی اس تعریف کا کر بیٹھے لیکن اس کو کسی بھی صورت ثابت نہیں کر سکتے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے نسیان اور خطا اجتہادی کے بہت سارے واقعات اہل تشیع نے اپنی تفاسیر میں ذکر کیے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ سہو، نسیان اور خطا اجتہادی کے بارے میں احادیث کی کتابوں میں ابواب باندھے ہیں اور فقہ کی کتابوں میں سہو اور نسیان کے باقاعدہ مسائل پیش کیے ہیں۔
چنانچہ اہل تشیع کی عِصمت کی اس تعریف کے مطابق اگر حضرت فاطمہؓ کا ناراض ہونا تسلیم کرتے ہیں تو ان کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہوتا، اور اگر ناراض ہونا تسلیم نہیں کرتے تو ہمارا موقف ثابت۔
انبیاء کی وراثت مال نہ ہونے کی حکمت:
قرآن مجید سے دلائل:
1> اَللّٰہُ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ
ترجمہ: اللہ جس کی روزی چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جس کی چاہتا، گھٹا دیتا ہے۔
2> کُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ رَبِّکُمۡ وَاشۡکُرُوۡا لَہٗ
ترجمہ: اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔
3> اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ
ترجمہ: یا یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُنہیں دے رکھا ہے۔
4> وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعۡضَکُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ فِی الرِّزۡقِ
ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں زیادتی دے رکھی ہے۔
5> فَکُلُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّاشۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ
ترجمہ: جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو۔
6> وَمَا بِکُمۡ مِّنۡ نِّعۡمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ
ترجمہ: تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اللہ ہی کی دی ہوئی ہیں۔
احادیث رسول اللہ ﷺ سے دلائل:
رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ عالی ہے:

إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس لا تحل لمحمد ولا لآل محمد ﷺ
ترجمہ: صدقات لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہے جو میرے لیے اور آلِ محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔
(صحیح مسلم جلد 1 صفحہ 345)

اقوالِ فقہاء:

1> شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

وفی هذا الحکم سر آخر وهو أنه ﷺ إن أخذها لنفسه وجوز أخذها لخاصته والذین یکون نفعهم بمنزلة نفعه کان مظنة أن یظن الظانون ویقول القائلون فی حقه ما لیس بحق

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل پر صدقہ کے حرام ہونے میں دوسرا راز یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ اپنے مال کو اپنی ذات کے لیے یا اپنے خاص افراد کے لیے جن کا نفع آپ کا اپنا نفع ہے، کے لیے جائز قرار دیتے تو آپ کے خلاف بد گمانی کرنے والوں اور ناحق اعتراض کرنے والوں کو موقع ہاتھ آجاتا کہ یہ نبی دنیا کا کتنا حریص ہے کہ غربا و مساکین کا حق کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔
(حجۃ اللہ البالغہ جلد 2 صفحہ 46)

2> والفرق بین الأنبیآء وغیرهم إن اللہ تعالیٰ صان الأنبیاء عن أن یورثوا الدنیا لئلا یکون ذلك شبهة لمن یقدح فی نبوتهم بأنهم طلبوا الدنیا وورثوها لورثتهم

ترجمہ: اگر انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں عام قانونِ میراث جاری رکھا جاتا تو دشمنانِ نبوت کو یہ اعتراض کرنے کا موقع ہاتھ آجاتا کہ اُنھوں نے اپنے اور اپنے وارثوں کے لیے مال و دولت جمع کرنے کے لیے نبوت کو آڑ لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے "لا نورث ما ترکنا صدقة" کا قانون جاری کروا کر اپنے انبیاء علیہم السلام کو اس جاہلانہ اعتراض سے ہمیشہ کے لیے بچا لیا۔
(منہاج السنۃ جلد 2 صفحہ 157)

نتیجہ:

اِن آیات، احادیث اور فقہاء کے قول اور اس مفہوم کی دوسری بیسیوں آیاتِ مقدسہ کے مطابق اس دنیا میں انسان کے پاس جو کچھ ثروت و دولت، مال اور زندگی کا دوسرا ساز و سامان ہے۔ اس کا حقیقی مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے، جو خالق کائنات ہے۔ انسان کے پاس یہ مال و متاع محض چند روز کے لیے بطورِ امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و احسان سے رفع حاجات اور روز مرہ کی ضروریات پوری کرنے کے لیے یہ چیزیں مستعار عطا فرما رکھی ہیں جن پر ہمارا کوئی ذاتی استحقاق نہیں ہے

.وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ترجمہ: میں تمھیں جو تبلیغ کر رہا ہوں، اس کا کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا بلکہ اس کا اجر ربّ العالمین ہی کے ذمہ ہے جو قیامت کو وہ عطا فرمائے گا۔

۔قُل لَّآ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر محبت رشتہ داری

انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی اُمت کے روحانی باپ ہوتے ہیں۔ نبی کا یہ روحانی رشتہ ہر فرد بشر سے ہوتا ہے۔ ہر کالے گورے اور سرخ و سپید پر برابر کی شفقت ہوتی ہے۔ اس لیے نبی کا ترکہ تمام اُمت پر صدقہ ہوتا ہے جو بلا کسی امتیاز کے آقا و غلام، مرد و زن، بُرے بھلے، صالح و فاسق، قریب و بعید اور ہر خاص و عام تمام مسلمانوں کے مشترکہ مصالح پر صرف کیا جاتا ہے۔ پس اگر نبی کا ترکہ صرف اُس کے اُصول و فروع پر ہی تقسیم کیا جاتا تو اس کے اقربا کے ساتھ تعلق و شفقت کا خاص ظہور ہوتا جو اُمت کے دوسرے افراد سے بے رخی اور ان کی دل شکنی کا مظہر ہوتا جو کہ شفقت عام کے سراسر منافی ہے۔ فافھم ولا تکن من القاصرین

اور مذکورہ بالا احادیث میں فرمایا: "ما ترکنا فھو صدقۃ"۔ ان دونوں احادیثِ صحیحہ کو باہم ملانے سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا ترکہ اُن کے ورثا پر حرام ہے کیونکہ وہ صدقہ ہے۔

اگر انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں عام رائج قانونِ میراث جاری رکھا جاتا تو ممکن تھا کہ بشری تقاضوں اور دنیا کی حرص کی وجہ سے ان کے ورثا اُن کی موت کا انتظار کرنے لگے جاتے جو ان کے حق میں وَبال ثابت ہوتا۔ لھٰذا اللہ تعالیٰ نے نبی کے ورثا کی بھتری کے پیشِ نظر ان کو ترکہ سے محروم کر کے دنیا کا عارضی نقصان برداشت کروا کر آخرت کے وبالِ عظیم اور ھمیشہ کی ھلاکت سے بچالیا۔ میرے علم کے مطابق یہ وہ حکمتیں ہیں جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے ترکہ میں قانونِ وراثت جاری نہیں فرمایا گیا۔

فَدَک کی حیثیت:

اھل تشیع روایات:

روایت نمبر 1:

فَدَک اطراف خیبر کی ایک آباد و زرخیز و وسیع سرزمین تھی اور اس کے نخلستان خیبر سے زیادہ تھے۔ فَدَک میں چند یھودی زندگی بسر کرتے تھے کہ جو خیبریوں سے ارتباط میں تھے اور ان کا رئیس ایک یوشع بن نون نام کا آدمی تھا۔ سب سے پھلا شخص جس نے اس زمین پر سکونت اختیار کی تھی فَدَک بن حام تھا لھذا یہ سرزمین اسی کے نام سے معروف ہے۔

(معجم البلدان، جلد 4، صفحہ 238)

فدك فأرسلوا إلى رسول الله، صلى عليه وسلم،

أن يصالحهم على النصف من ثمارهم وأموالهم فأجابهم

ترجمہ۔ فدك والوں نے رسول ﷺ کی خدمت میں لوگ بھیجے پس انھوں نے نصف پیداوار پر صلح کر لی پس ان کی اس پیشکش کو رسول ﷺ نے قبول کر لیا۔

(معجم البلدان جلد 4/238)

روایت نمبر 2:

فشهد(٤) علی ذلك علی بن أبی
طالب علیه السلام ومولی لرسول الله وأم أیمن، فقال رسول الله إن أم أیمن امرأة
من أهل الجنة.
وجاء أهل فدك إلى النبی، فقاطعهم علی أربعة وعشرین ألف دینار فی کل
سنة (٥).

جب علی المرتضیٰ ؑ اُم ایمن ؓ کو بطورِ گواہ پیش کرتے ہیں تو اُم ایمن ؓ فرماتی ہیں کہ اہل فَدَک نے 24،000 دینار سالانہ ادائیگی کا معاہدہ کیا۔

(بحار الأنوار جلد 29 صفحہ 117-116)

(سرّہ فی البحار جلد 17 صفحہ 378 حدیث 46)

(إثبات الهداۃ جلد 2 صفحہ 116 حدیث 515)

(مجمع البحرین جلد 1 صفحہ 333)

(مجمع البحرین جلد 5 صفحہ 127)

روایت نمبر 3:

پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں فَدَک کی سالانہ آمدنی کا 24 سے 70 ہزار دینار تک کا اندازہ لگایا گیا ہے۔

(قطب راوندی، الخرائج والجرائح، جلد 1 صفحہ 113)

(سفینة البحار، جلد 2 صفحہ 351)

(ناسخ التواریخ، حضرت فاطمہ زہرا ؑ صفحہ 121)

روایت نمبر 4:

مورخین نے باغ فَدَک کی سالانہ درآمد 70،000 سے 120،000 طلائی سکہ لکھی ہے۔

(بحار الانوار، جلد 29 صفحہ 118)

روایت نمبر 5:

کہا جاتا ہے کہ جس وقت عمر ؓ نے حجاز سے یہودیوں کو نکالنا چاہا تو فَدَک میں موجود نصف درختوں کے مقابلے میں یہودیوں کو 50 ہزار درھم ادا کیا۔

(جوہری بصری، السقیفة وفدك، 14ق، صفحہ 98)

اہل سنت روایت:

خیبر کے یہودی زراعت اور باغبانی کے ماہر تھے اگرچہ اُن کی جلا وطنی طے ہو چکی تھی مگر انہوں نے اِس موقع پر تجویز پیش کی کہ انہیں زمین پر صرف کام کرنے کے لیے دیا جائے پیداوار میں سے نصف ان کا ہوگا اور نصف

مسلمانوں کا، حضور اکرم ﷺ نے غور کیا تو اس تجویز میں مصلحت محسوس کی، کیوں کہ مسلمانوں کی تعداد اتنی نہیں تھی کہ بیک وقت جہاد بھی کرتے اور زراعت بھی، آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کے لیے فارغ رکھنے کے خیال سے اس تجویز کو منظور فرمالیا مگر یہ واضح فرمادیا کہ جب ہم چاہیں گے یہ معاملہ ختم کردیں گے آپ ﷺ نے خیبر کی پیداوار سے حصہ وصول کرنے کی ذمہ داری عبداللہ بن رواحہ ؓ کو سونپ دی وہ جب بھی خیبر آتے اتنی دیانتداری اور انصاف سے پیداوار تقسیم کرتے کہ یہودی کہہ اٹھتے کہ "زمین و آسمان ایسے ہی عدل کی وجہ سے قائم ہیں" یہود حضرت عمر فاروق ؓ کے دور تک یہیں آباد رہے مگر چونکہ حضور ﷺ کی یہ وصیت تھی کہ جزیرۃ العرب میں دو دین باقی نہ رہنے دیا جائے اور یہود و نصاریٰ کو یہاں سے نکال دیا جائے اس لئے حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنے دورِ خلافت میں خیبر اور گردونواح سے تمام یہودیوں کو جلاوطن کرکے شام بھیج دیا اور انہیں متبادل زمینیں فراہم کردیں۔

(صحیح بخاری حدیث 3169)

سیرۃ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 338-337)

(طبقات ابنِ سعد جلد 2 صفحہ 201)

(التاریخ الاسلامی العام صفحہ 200)

(المعجم الکبیر الطبرانی جلد 2 صفحہ 108)

(فتوح البلدان علامہ بلاذری صفحہ 42)

(تاریخ الخمیس علامہ دیار بکری جلد 2 صفحہ 64)

(تاریخ کامل ابنِ اثیر جلد 2 صفحہ 85)

(روض الانف علامہ سُہیلی جلد 2 صفحہ 247)

خلاصہ روایات:

بستی فَدَک کا نام نوح علیہ السلام کی نسل فَدَک بن حام بن نوح کی وجہ سے فَدَک پڑا جو اِس علاقہ کا پہلا آباد کار تھا۔

حضور ﷺ نے محیصہ بن مسعود ؓ کو اسلام کی دعوت دینے کیلئے اہل فَدَک کی طرف بھیجا، تو اہل فَدَک نے باہمی مشورے سے طے کیا کہ مسلمانوں نے خیبر فتح کرلیا ہے آخر ہم کب تک فَدَک کی حفاظت کریں گے، جو کہ ناممکن ہے چنانچہ یوشع بن نون جو اُس وقت فَدَک کا مالک تھا رسول اللہ ﷺ کے سامنے معاہدے کیلئے پیش ہوا اس معاہدے کی بنیادی شق یہ تھی کہ فَدَک بدستور فَدَک کے رہائشیوں کے پاس رہے گا لیکن اس کی نصف سالانہ آمدنی مسلمان کو دی جائے گی۔

جیسا کہ ہم ماقبل اہل سنت اور اہل تشیع روایات سے بیان کرچکے ہیں کہ اہل فَدَک سالانہ 24,000 دینار ادا کیا کرتے تھے۔ اور اس رقم کی وصولی کیلئے حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ جایا کرتے تھے یہ ایک ہنگامی جنگی

معاہدہ تھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں، اور پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی اسی انداز میں قائم رہا۔ لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو رسول اللہ ﷺ کے اِس فرمان کے مطابق کہ جزیرۃ العرب سے غیر مسلموں کو نکال دیا جائے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں باغ فَدَک اور اُس سے ملحقہ جائیداد کو 50,000 درھم میں خریدا۔

جناب ان تمام روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کوئی خاندانی، انفرادی یا ذاتی معاہدہ نہیں تھا، بلکہ یہ ایک ریاستی، ہنگامی جنگی معاہدہ تھا جس میں صرف اور صرف 24,000 دینار سالانہ یا فَدَک کی نصف آمدنی سالانہ کی ادائیگی مسلمانوں کو کی جاتی تھی۔

نتیجہ:

نتیجے کے طور پر یہ بات سامنے آئی کہ باغ فَدَک نہ کسی کی ذاتی ملکیت، نہ مکمل حاصل ہوا، نہ کسی کی ملکیت میں دیا گیا، اور نہ ھی وصالِ رسول ﷺ کے بعد کسی کو اس کا مالک بنایا جا سکتا تھا، بلکہ یہ تو ایک ریاستی معاہدہ تھا جیسا کہ نجران وغیرہ کے علاقوں کے معاہدے ہوئے۔ چنانچہ جس فرد نے باغ فَدَک کی اصلی حیثیت کو سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اِس کی حیثیت کیا تھی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں کیا حیثیت تھی وہ اہل تشیع کے باغ فَدَک کے بارے میں تمام مکر و فریب کو یقینی طور پر سمجھ جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ان معاہدوں میں حاصل ہونے والے اموال کے مصارف اللہ رب العزت نے قرانِ مجید میں خود بیان فرمائے ہیں تو اِن اموال کو اسی طریق پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور یہ تمام اموال وقف کے حکم میں ہیں۔

دعوے جھوٹے، دلیلیں جھوٹی
وعدے جھوٹے، قسمیں جھوٹی
ہم نے جن کو سچا جانا
نکلی وہ سب باتیں جھوٹی

مالِ فئے انفال اور اس کی تقسیم"

مالِ غنیمت کا حلال ہونا:

رسول اکرم ﷺ فرمایا:

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ."

اللہ رب العزت نے مجھے چھ چیزیں وہ عطا فرمائی ہیں جو گزشتہ انبیاء علیہم السلام کو عطا نہیں فرمائیں۔ ان میں سے ایک چیز

"أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ"

ہے کہ اللہ نے میرے لیے میدان جنگ کے مال، مالِ غنیمت کو حلال قرار دیا ہے۔

(صحیح مسلم رقم: 523)

سابقہ شرائع اور مال غنیمت:

گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا یعنی ان انبیاء علیہم السلام کے لیے مالِ غنیمت کا استعمال کرنا ٹھیک نہیں تھا، جب جہاد میں نکلتے تھے اور میدان جنگ میں کفار کا مال جمع ہوتا تو اس مال کو کھلے میدان میں رکھ دیا جاتا تھا، آسمان سے آگ آتی اور اس مالِ غنیمت کو کھا جاتی۔ اگر وہ مال غنیمت آسمانی آگ کھا جاتی تو یہ اس بات کی علامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کو قبول فرمالیا اور اگر آگ اس مال کو نہ کھاتی تو اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ یہ جہاد قبول نہیں ہوا۔

لیکن رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ اللہ نے مجھے یہ اعزاز بخشا ہے کہ مالِ غنیمت کو میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے۔ اب اُمت جہاد کرے اور میدان جنگ میں کفار سے مال چھینے، اب آگ کے ذریعے اسے جلانے کی ضرورت نہیں، یہ اسے اپنے حلال اور پاکیزہ رزق کے طور پر استعمال کرسکتے ہیں یعنی یہ ہمارے نبی ﷺ ایک اعجاز ہے۔

ہمارے نبی ﷺ کا دائرہ نبوت غیر محدود ہے:

اس کی وجہ کیا ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کے لیے تو مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کے لیے مال غنیمت حلال کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کا دائرہ نبوت محدود تھا، ہمارے نبی ﷺ کا دائرہ نبوت غیر محدود ہے، پہلے نبیوں نے ایک بستی میں رہنا ہے، ایک قوم میں رہنا ہے، ایک گاؤں میں رہنا ہے اور ایک خاص وقت تک اس نبی کی نبوت ہے، ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کا دائرہ محدود نہیں ہے بلکہ پوری دنیا میں حضور ﷺ کی نبوت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی امت نے پوری دنیا میں جانا بھی ہے۔

اگر مال غنیمت حلال نہ ہو:

اب اگر یہاں سے چلیں اور دنیا کے کسی دوسرے کونے جا کر جہاد کریں اور مالِ غنیمت بھی ان کے لیے حلال نہ ہو تو پھر کھانے کی دو صورتیں ہیں:

1) کمائیں اور کھائیں

2) مرکز سے مال لائیں اور کھائیں

میدان جہاد میں جا کر کمانا شروع کردیں تو یہ جہاد نہیں کرسکیں گے اور اگر مرکز سے مال لانا چاہیں تو دور ہونے کی وجہ سے مال لا بھی نہیں سکتے۔ تو یہ امت آگے کیسے بڑھے گی؟ اس کے لیے اللہ رب العزت نے ختم نبوت کی برکت سے اعزاز دیا ہے کہ تم بڑھتے چلے جاؤ، کمانا کافر نے ہے اور کھانا تم نے ہے۔

تمہیں کمانے کی ضرورت نہیں ہے، کافر کمائے گا اور تم کھاؤ گے اور یہ کھانا حلال بھی ہوگا اور طیب بھی ہوگا۔

مال کی تین اقسام:

میدان جنگ میں جو مال حاصل ہوتا ہے اس کی تین اقسام ہیں:

1> مالِ غنیمت:

مالِ غنیمت کا معنی کیا ہے؟ میدان جنگ میں گئے اور کفار سے مقابلہ ہوا اور مقابلے کے بعد آپ کو جو مال ملا

اسے مالِ غنیمت کہتے ہیں۔

2> مالِ فئے:

بغیر جنگ لڑے کافر خود کو آپ کے حوالے کر دے، اس سے جو مال ملتا ہے، اسے مالِ فئے کہتے ہیں۔

تو جو جنگ کے ذریعے مال ملے وہ "مال غنیمت اور" بغیر جنگ لڑے ملے تو "مال فئے" ہے۔

3> انفال:

انفال عربی زبان کا لفظ ہے جو نفل کی جمع ہے، نفل کے لفظی معنی زائد، فضل، احسان اور اللہ کا کرم بھی ہے انفال کو محدثین اور مفسرین نے تھوڑا عام رکھا ہے۔

مالِ غنیمت اللہ اور رسول کا ہے:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾

اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ﴾

اے میرے پیغمبر! یہ صحابہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ مال غنیمت کا کیا کرنا ﴿قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ آپ فرما دیں یہ مال غنیمت اللہ کے حکم سے آپ کو ملا ہے اور اللہ کے حکم کے مطابق اور پیغمبر کے بتائے ہوئے طریقے سے تقسیم ہو گا، اس لیے تمہاری مرضی اور تمہاری رائے کو اس مال غنیمت کی تقسیم میں کوئی بھی دخل نہیں ہے۔

وَمَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ترجمہ اور جو (مال) خدا نے اپنے پیغمبر کو ان لوگوں سے (بغیر لڑائی بھڑائی کے) دلوایا ہے اس میں تمہارا کچھ حق نہیں کیونکہ اس کے لئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن خدا اپنے پیغمبروں کو جن پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔ اور خدا ہر چیز پر قادر ہے

(سورۃ الحشر آیت 6)

مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

ترجمہ: جو مال خدا نے اپنے پیغمبر کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ خدا کے اور پیغمبر کے اور (پیغمبر کے) قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور حاجتمندوں کے اور مسافروں کے لئے ہے۔ تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں ان ہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے۔ سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو۔ اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو۔ بے شک خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔

(سور الحشر آیت 7)

انفال کی ملکیت کے حصہ دار:

1 اللہ عزوجل

2 نبی ﷺ

3 نبی ﷺ کے قرابت دار

4 یتیم

5 حاجتمند

6 مسافر

مال کی تقسیم کا طریقہ کار:

جب میدان جنگ میں جائیں اور مال غنیمت ملے تو اس مال غنیمت کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔ ان میں ایک حصہ جسے "خمس" کہتے ہیں یہ تو بیت المال میں جمع ہوتا ہے اور چار حصے ان مجاہدین کے درمیان تقسیم ہوتے ہیں جو جہاد میں شامل ہوتے ہیں، کبھی ان چار حصوں کو "مال انفال" کہتے ہیں اور کبھی میدان جنگ میں امیر لشکر کہتا ہے کہ جس شخص نے فلاں کافر
کو قتل کیا تو اس کافر کا مال اس قاتل کو دیں گے تو اس مال کو بھی نفل کہتے ہیں۔ اور کبھی جو پانچواں حصہ بیت المال میں جمع ہوا ہے اسی مال میں سے امیر المجاہدین کسی مجاہد کے خاص کارنامے کی وجہ سے اس مجاہد کو بطور اکرام کے دیتا ہے اس مال کو بھی "مال انفال" کہتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو مالِ خمس (پانچواں حصہ) بیت المال میں جمع ہوا ہے ایک شخص میدان جنگ میں تو نہیں گیا لیکن مجاہدین کی خدمت کرتا ہے، اس خدمت کرنے والے کو بھی امیر لشکر اس خمس میں سے کچھ مال دیتا ہے تو اس مال کو بھی "مال انفال" کہتے ہیں۔

تعارضات:

فدک مال فئے تھا یا ذاتی مال تھا؟؟

جواب: باغ فدک بھی دوسرے اموال کی طرح مالِ فئے ہی تھا اور فدک کے مال فئے ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

مال فئے والانفال پر رسول اللہ ﷺ کے بعد تصرف کس کا ہوگا؟؟

جواب: مالِ فئے کو انفال میں شمار کیا جاتا ہے اور انفال کے بارے میں سورہ انفال کی پہلی آیت میں صراحت کے ساتھ وارد ہوا ہے کہ انفال فقط اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔ انفال میں کسی غیر کا کسی قسم کا کوئی حق موجود نہیں۔ پس مالِ فئے چونکہ انفال میں سے ہے اس لیے یہ اموال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مختص ہیں اور ان کی رحلت کے بعد ان کے برحق جانشین یا قائم مقام کے سپرد ہوگا۔

(شیخ طوسی، محمد بن حسن، المبسوط فی فقه الامامیة، جلد 2، صفحہ 64)

(علامہ حلی، حسن بن یوسف، تذکرۃ الفقہاء، جلد 9 صفحہ 119)

"فما کان للہ فھو لرسولہ یضعہ حیث یشاء وھو للامام من

بعد الرسول"

پس جو اللہ کا ہے وہ رسول کا ہے جیسے چاہے تصرف کرے اور اس کے بعد امام کا ہے

(العیاشی جلد 2 صفحہ 35-36-37)

(بحار الانوار جلد 20 صفحہ 53-54-55)

(البرھان جلد 2 صفحہ 61-62-63)

(الوسائل جلد 2 ابواب الانفال)

(تفسیر القمی جلد 1 صفحہ 254-255)

"ھو للہ وللرسول وبعدہ للقائم

مقامہ یصرفہ حیث یشاء من مصالح نفسہ ومن یلزمہ مؤنتہ لیس لأحد فیہ شیء"

(التبیان جلد 5 صفحہ 83)

"ھی للہ وللرسول، وبعدہ لمن قام مقامہ، فیصرفہ حیث شاء"

(البیان جلد 4 صفحہ 424)

"وھی للہ ولرسولہ ولمن قام مقامہ بعدہ"

(تفسیر الآصفی جلد 1 صفحہ 423)

"وھو للأمام بعد الرسول"

(الکافی جلد 1 صفحہ 28 روایات باب الفئی الانفال)

حضرت فاطمہؑ نے کس حق سے مال فئے والانفال یعنی مال وقف کا سوال کیا جب کہ ماقبل تمام روایات بتا رھی ھیں کہ مال وقف پر حق اللہ اور رسول ﷺ کا ھے اس کی تقسیم کا طریقہ کار خود اللہ نے بیان فرما دیا اور رسول ﷺ کے بعد اس پر تصرف امام یا قائم مقام کا ھے۔

کیا فاطمتہ الزھرہؑ رسول تھیں؟؟

امام تھیں؟؟

خلیفہ تھیں؟

یا رسول ﷺ کی قائم مقام تھیں؟؟

فدَک کا حِصّہ اھل بیت کو ملنا:

روایت نمبر 1:

ابوبکر ﷛ فَدَک کا غلہ وصول کرتے اور اہل بیت کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے۔ان کے بعد حضرت عمر ﷛ بھی فَدَک کو اسی طرح تقسیم کیا کرتے تھے،اس کے بعد عثمان ﷛ بھی فَدَک اسی طرح تقسیم کیا کرتے تھے،اس کے بعد علی ﷛ بھی فَدَک کو اسی طرح تقسیم کیا کرتے تھے۔

(حجج النھج صفحہ 266)

روایت نمبر 2:

سیدنا ابوبکر صدیق ﷛ نے مناسب ترین فیصلہ فرمایا کہ کسی کو مالکانہ حقوق دیے بغیر ان جائیدادوں کے متولی کی حیثیت سے ان کی آمدن اہل بیت پر خرچ کرنے کا سلسلہ جاری رکھا اسی میں اہل بیت وسادات کرام کی مصلحت بھی تھی کیونکہ چند افراد کو مالکانہ حقوق مل جاتے تو ممکن تھا چند پُشتوں بعد یہ ذریعہ آمدن ختم ہو جاتا اور بعد والے سادات کو اس سے حصہ نہ ملتا ۔اِس جائیداد کے سرکاری سرپرستی میں محفوظ ہونے کا نتیجہ یہ نکلا کہ تقریباً دو صدیوں تک اہل بیت کی آل اولاد کو اِن اموال سے حِصہ پہنچتا رہا اور وہ معاشی طور پر فارغ البال رہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی حدیث 12734)

نتیجہ:

>اہل تشیع کا محل وقوع کا دعوی ان کی اپنی کتابوں سے متضاد ہے۔

>اہل تشیع کا ہبہ کا دعوی جھوٹا،خود ساختہ اور خود اپنی روایات سے متضاد اور دجل پر مبنی ہے

>اہل تشیع کا وراثت کا دعوی بھی جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ وراثت ثابت ہونے کی صورت میں فرائض کی آیات سے تعرض پیش آتا ہے

>اہل تشیع کا باغ فَدَک کی ملکیت رسول اللہ ﷺ یا فاطمہ ﷛ کے لیے جھوٹ ہے کیونکہ فَدَک کی نصف پیدا اوار سالانہ کا معاہدہ تھا جو کہ ریاستی تھا اہل تشیع نے صحابہ ﷛ پر الزام ثابت کرنے کے لیے خود اپنے استدلالی اصولِ فقھی اور دوسرے ہر قسم کے اصول کو روند دیا لیکن دجل وفریب کے سوا کچھ ثابت نہیں کرسکے۔

اہل تشیع روایات کی ثقاہت::

شیعہ مذہب میں حدیث وسنت کی تعریف::

حدیث معصوم کے قول،یا ان کے قول،فعل یا تقریر کی حکایت کو کہتے ہیں۔

تنبیہ::

شیعہ امامیہ کے نزدیک معصوم علیہ السلام سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے بارہ اماموں میں سے کوئی ایک ہے۔

(أصول الروایۃ عند الشیعۃ الامامیۃ ,عبد المنعم فرماوی،صفحہ ۱۴۵)

سنت::

سنت کی لغوی تعریف: سنت لغت میں طریقہ کو کہتے ہیں۔

سنت کی اصطلاحی تعریف: جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا مطلق معصوم کے قول یا فعل یا تقریر سے صادر ہو

(مقباس الھدایۃ ,مامقانی جلد ا صفحہ ۶۸)

خلاصہ::

تشیع کی حدیث اور سنت کی تعریف میں آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ رسول ﷺ اور ائمہ معصومین کے قول فعل اور تقریر کو بطور احتجاج لیا جائے گا

نوٹ::

شیعہ حضرات کا جو عقیدہ اور نظریہ مطلقا رسول ﷺ کے بارے میں ہے وہی اپنے ائمہ کے بارے میں ہے

رسول ﷺ کی طرح ائمہ پر نزول وحی الھی ہوتا ہے۔

رسول ﷺ کی طرح معجزات بطرز رسالت ائمہ کو دیے گئے ہیں۔

رسول ﷺ کی طرح ائمہ منصوص من اللہ ہیں۔

رسول ﷺ کی طرح ائمہ مفترضۃ الطاعۃ ہیں۔

رسول ﷺ کی طرح ائمہ معصوم عن الخطائی الدین ہیں۔

(الکافی جلد اول صفحہ 175 تا آخر جلد اول)

نتیجہ::1

ائمہ کا قول متصل شمار ہوگا مرسل شمار نہیں ہوگا۔

جو شیعہ مناظر مباحث و مکالمہ اپنے ائمہ معصومین کے قول کو مرسل کہے گا وہ عقیدہ امامت اور اوصاف امامت کا منکر ٹھرے گا اور شیعہ کی حدیث اور سنت کی اصطلاحی تعریف کا بھی منکر ہوگا........

صحیح حدیث کی تعریف::

حدیث صحیح کی تعریف: جس کی سند معصوم علیہ السلام تک عدل امامی, اسی کے مثل کے ذریعہ تمام طبقات میں متصل ہو

(قواعد الحدیث ,موسوی, صفحہ ۴۲)

پہلی شرط::

اتصال سند: شیعہ امامیہ نے حدیث صحیح کی تعریف کرتے ہوئے اتصال سند کی قید لگائی ہے, اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک حدیث مرسل و منقطع, حدیث صحیح نہیں, مگر اس کے باوجود یہ لوگ حدیث مرسل پر صحیح کا اطلاق کرتے ہیں ان کے شیخ مامقانی کہتے ہیں:

ابن ابی عمیر نے 'الصحیح' میں اس طرح روایت کی, حالانکہ ان کی منقولہ روایت مرسل ہے, اسی طرح بکثرت حدیث مقطوع کو بھی صحیح کا حکم لگایا ہے

(مقباس الهدایۃ مامقانی، جلد ا صفحہ ۱۵۰)
شیعہ امامیہ نے حدیث صحیح ہونے کے لیے اتصال سند کی شرط لگائی اور اس پر کھرے نہیں اتر سکے،
ائمہ سے روایت لینے والے روات
شیعہ کے محققین اسماء الرجال و جرح تعدیل نے ائمہ سے روایات لینے والوں کے بارے مختلف نظریات پیش کیے ہیں
۱۔۔ناصبی ہونا::
شیعہ محققین کے ہاں ائمہ سے روایت لینے والی روات کا ناصبی ہونا کوئی علت نہیں ہے۔
۔۔۔معروف و معتبر ترین محدث شیخ الطائفہ جناب طوسی صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے مصنفین اصحاب اور اصحاب الاصول میں کثیر افراد مذاہب فاسدہ کے پیروکار تھے چنانچہ الفہرست میں لکھتے ہیں:
،لان کثیرا من مصنفی أصحابنا و أصحاب الأصول ینتحلون المذاهب الفاسدة،وإن کانت کتبهم معتمدة
حر العاملی کہتے ہیں
و کیف؟ وهم یصرحون حیث یوثقون من یعتقدون فسقه، و کفره وفساد مذهبه؟!
وسائل الشیعه
عصرِ حاضر کے مشہور ترین رجالی الخوئی صاحب لکھتے ہیں: غایة الأمر أنه کان فاسد العقیدة،وفساد العقیدة لا یضر بصحة روایاته
نتیجہ::2
روات کا ناصبی عامی یا فاسد عقیدہ ہونا روایت کو ضرر نہیں پہچاتا۔
جیسے کہ ہشام بن حکم تجسیم کا قائل تھا ہشام بن سالم جوالیقی یونس بن عبد الرحمان بھی تشبیہ و تجسیم کے قائل تھے۔بلکہ ان پر امام معصوم کے قتل کا بھی الزام ہے ابو الحسن رضا سے جب ہشام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا۔
عیسی قال: قال موسی بن الرقی لأبی الحسن الثانی ع: جعلت فداك روی عندك المشرقی وأبو الأسود أنهما سألاك عن هشام ابن الحکم فقلت: ضال مضل شرك فی دم أبی الحسن۔
ضال مضل اور خونِ امام موسی کاظم میں شریك تھا۔
الکشی کی روایات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ خود امام موسی کاظم نے اس کی منتیں کی کہ یہ باتیں نا کریں۔
ابو الحسن نے بقول کشی کی روایت اس سے کہا" کیا تم کسی مسلمان کے خون میں شرکت سے خوش ہو گے؟ تو ہشام نے کہا نہیں۔تو فرمایا پھر میرے خون میں شریك بننا کیسے پسند کرو گے؟ اگر تم خاموش رہے تو صحیح ورنہ ذبح ہونا میرا مقدر ٹھہرا۔لیکن وہ خاموش نا ہوا حتی کہ وہ اپنے انجام تك پھنچ گئے"
(معجم رجال الحدیث جلد 20 صفحہ 315 و۔۔316)

(اعیان الشیعه جلد 1 صفحه 106) (مقالات الاسلامیین جلد 1 صفحه 106،109،110)
(اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین صفحه 97)
اسفراینی نے بھی ھشام بن حکم اور اس کے پیروکاروں کا تجسیم کے متعلق نظریہ نقل کرتے ھوئے کہا ھے کہ صاحب دانش پہلی نظر ھی میں جان جاتا ھے جس کا یہ نظریہ ھو اس کا اسلام میں کوئی حِصّہ نہیں (التبصیر فی الدین صفحه 24) نظریات کی کتابوں میں ھشام بن حکم کے تجسیم کے نظریے پر تفصیلاً بحث کی گئی ھے
(التبصیر فی الدین صفحه 24) نظریات کی کتابوں میں ھشام بن حکم کے تجسیم کے نظریے پر تفصیلاً بحث کی گئی ھے (التنبیه والرد صفحه 24) (الملل والنحل جلد 1 صفحه 188187183) (السکسکی البرھان صفحه 41) (المیزان جلد 6 صفحه 194) (الفرق الاسلامیة صفحه 57) (تاریخ الفرق الاسلامیه صفحه 300) نتیجه یہ کہ تشیع حضرات بلکہ موجودہ ٹچے قسم کے مناظرین جو رواۃ پر عامی یا ناصبی ھونے کا جو الزام دھرتے ھیں وہ فضول قسم کا ھے۔
صحیح حدیث کی تعریف میں دوسری شرط عدالت ھے عدالت کی شرط تصحیح حدیث کے باب میں بہت اھمیت کی حامل ھے اس وجہ سے غیر عادل کی روایت قبول نہیں کی جاتی، شیعہ کے عالم شھید ثانی کہتے ھیں: اسی پر جمہور ائمہ حدیث اور اصول فقہ کا اتفاق ھے (مقباس الھدایة ،مامقانی، جلد ۲
صفحه ۳۴)
اور معروف ھے کہ کسی کی عدالت دو عادل عالموں کی تنصیص یا استفاضہ و شھرت سے ثابت ھوتی ھے، جیسا کہ خود شیعہ کے امام مامقانی نے اس کی صراحت کی ھے
(مقباس الھدایة ،مامقانی، جلد ۲ صفحه ۱۳)
اس کے باوجود شیعہ کے عالموں نے بعض ایسے راوی جن کے بارے میں جرح و تعدیل کچھ بھی مذکور نہیں، ان کی روایات کو صحیح مانا، اور ان کی روایات کو اصح کتب 'الکافی' میں ذکر کیا گیا، شیعہ کے عالم شیخ بھائی لکھتے ھیں: کبھی بعض احادیث کی اسانید میں ایسے راوی بھی داخل ھوتے ھیں جن کے بارے میں کتب جرح و تعدیل میں مدح و ذم کچھ بھی ذکر نہیں کیا گیا، ھاں اتنا ضرور ھے کہ ھمارے سابقین بڑے علما نے ان کی روایات کا کافی اھتمام کیا اور ھمارے متاخرین علما نے ان کی روایات پر صحت کا حکم لگایا
(مقباس الھدایة مامقانی، جلد ۲ صفحه ۱۳۰)
جن راویوں کے متعلق جرح و تعدیل کچھ بھی مذکور نہیں، اس کے باوجود شیعہ حضرات نے ان کی احادیث کو صحیح قرار دیا، ان میں سے بعض یہ ھیں: احمد بن محمد بن حسن بن ولید، احمد بن یحیی عطار، علی بن ابی جید اور معاویہ بن میسرہ وغیرہ اور یہ طریقہ کار، مذکور صحیح حدیث کی تعریف سے خارج ھے
(مقباس الھدایة ،مامقانی، جلد ۲ صفحه ۱۳۱)
(اصول الروایة عند الشیعة الامامیة صفحه ۱۸۴)
ظالم جفا جو چاھے سو کرمہ پہ تو ولے

پچھتاوے پھر تو آپ ھی ایسا نہ کر کھیں
واللہ اعلم بالصواب::

سازوسامان دیے گئے ہیں، بے شک یہ صریح فضیلت ہے۔

استدلال اہل تشیع

اِس آیت سے شیعہ حضرات نے انبیاء علیہ السلام کی وراثت مال ہونا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

کہ داود علیہ السلام کے وارث سلیمان علیہ السلام ہوئے ہیں۔

اعتراض اہل سنت

جناب حضرت داود علیہ السلام کی سلیمان علیہ السلام کے علاوہ بھی اولادیں تھیں۔

اولادِ داود علیہ السلام

(1) یہ داود علیہ السلام کے بیٹے ہیں جو حبرُون میں اُس سے پَیدا ہُوئے۔ پہلا امنون یزرعیلی اخِینُوعم کے بطن سے تھا۔

(2) دوسرا دانی ایل کرمِلی ابیجیل کے بطن سے تھا۔

(3) تیسرا ابی سلوم جو جسُور کے بادشاہ تلمی کی بیٹی معکہ کا بَیٹا تھا۔

(4) چوتھا ادُونیاہ جو حجِیّت کا بَیٹا تھا۔

(5) پانچواں سفطیاہ ابی طال کے بطن سے تھا۔

(6) چھٹا اِترعام اُن کی بیوی عجلہ سے تھا۔

(کتاب سموئیل آیت 1:3)

اِس کے علاوہ یروشلم میں پیدا ہونے والی داود علیہ السلام کی دیگر اولادیں تواریخ کی روشنی میں مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) سِمعا، سُوباب، ناتن اور سُلیمان۔ یہ چاروں عمّی ایل کی بیٹی بت سُوع کے بطن سے تھے۔

(2) اِبحار، الِیسمع، الِیفلط، نُجہ، نفج، یفِیعہ، الِیدع اور الِیفلط یہ سب حرموں کے بطن سے تھے اور تمر اِن کی بہن تھی۔

(تواریخ اول باب سوم آیہ 5-9)

حضرت داود علیہ السلام کی ننانوے (99) بیویاں تھیں اور بیس (20) کے قریب بیٹے بیٹیوں کا ذکر ملتا ہے

یہاں بھی اہل تشیع اپنی روایتی مکر وفریب کے ذریعے سے باطل تاویل اور استدلال کرتے ہوئے صرف سلیمان علیہ السلام کو وارث بنا کے دیگر بیٹے، بیٹیوں اور بیویوں کو محروم کر رہے ہیں

اعتراض اہلِ تشیع

اہلسنت کی طرف سے لفظ وارث کو مجاز کے بجائے اصل معنی میں کیوں مراد نہیں لیا جاتا اور مجاز میں استعمال کی دلیل کیا ہے۔؟؟

پہلا جواب

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ النمل 15)

ترجمہ: اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا، اور کہنے لگے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت دی۔

دوسرا جواب

اسی آیت کی تفسیر میں اہل تشیع مفسرین نے لفظ "ورث" کو علم کی وراثت کے معنی میں لیا ہے نہ کہ مال کی وراثت کے معنی میں۔

روایت مندرجہ ذیل ہے۔

ولقد آتینا داود وسلیمان علما طائفة من العلم أو علما ای علم وقالا
الحمد لله فعلا شکرا له ما فعلا وقال الحمد لله الذی فضلنا علی کثیر من عباده
المؤمنین یعم من لم یؤت علما أو مثل علمهما وفیه دلیل علی فضل العلم وشرف
أهله حیث شکراه علی العلم وجعلاه أساس الفضل ولم یعتبرا دونه وما أوتیا من الملك
الذی لم یؤت غیرهما وتحریض للعالم علی أن یحمد الله علی ما آتاه من فضله وان
یتواضع ویعتقد انه وان فضل علی کثیر فقد فضل علیه کثیر

(تفسیر صافی جلد 4 صفحه 59)

تیسرا جواب

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ

(سورۃ النمل 16)

ترجمہ: اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا، اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر قسم کے ساز و سامان دیئے گئے ہیں، بے شك یہ صریح فضیلت ہے۔

موقف اہلِ سنت

سورۃ النمل کی آیت 16 میں داود ﷺ کی وراثت کا جو ذکر ہوا ہے وہ مُلك اور نبوت تھی نہ کہ مال، جس کے وارث سلیمان ﷺ ہوئے۔ اور اہل تشیع کی مابعد روایات بھی اسی موقف پر دلالت کرتی ہیں کہ مُلك اور نبوت وراثت تھی نہ کہ مال۔

اہل تشیع روایات

وورث سلیمان داود الملك والنبوة فی الکافی عن الجواد علیه السلام....

فی الجوامع عن الصادق علیه السلام یعنی

الملك والنبوة....

والقمی عنه علیه السلام أعطی سلیمان بن داود مع علمه معرفة المنطق بکل لسان....

وفی المجمع عنه عن أبیه علیهما السلام قال أعطی سلیمان بن داود ملك

مشارق الارض....

وفی البصائر عنه علیه السلام قال قال أمیر المؤمنین علیه السلام لابن عباس ان

الله علمنا منطق الطير

اِن اهل تشیع تفاسیر و روایات میں موجود ھے کہ سلیمان علیہ السلام نبوت و علوم نبوت اور مُلک کے وارث ھوئے ھیں

تفسیر صافی میں جب وراثت داود علیہ السلام کے بارے امام جعفر صادق سے سوال کیا گیا تو انھوں نے بھی مُلک اور نبوت ھی وراثت فرمائی ھے

(صافی جلد 4 صفحہ 59-60)

الکافی کی ایک اور روایت پیش ھے:

قال ابو عبد الله۔ ان سلیمان ورث داود وان محمد ورث سلیمان۔

(الکافی جلد 1 صفحہ 53 طبع۔ تھران)

نتیجه

ان تمام روایات سے "ان الانبیاء لم یورثوا" کی بھی تصدیق ھو گئی کہ انبیاء علیہم السلام نہ مال کے وارث بناتے ھیں اور نہ ھی مال کے وارث بنتے ھیں

تضادات

۔1> داود علیہ السلام کی دوسری اولادوں اور بیویوں کو وراثت سے کیسے محروم کر دیا۔۔؟؟۔

۔2۔> کیا انبیاء علیہم السلام کی وراثت مال ثابت کرتے ھوئے دوسری فرائض سے تعارض پیش نھیں آتا۔۔؟؟۔

۔3۔> کیا آپ کا یہ استدلال خود آپ کے ائمہ معصومین کی روایات کے خلاف نھیں جنھوں نے مُلک اور نبوت کو وراثت فرمایا ھے۔۔؟؟۔

۔4۔> الکافی کی روایت کے مطابق رسول الله (صلی الله علیه وسلم) سلیمان علیہ السلام کے کس چیز میں وارث ھوئے۔۔؟؟

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے

اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

استدلال اھلِ سنت

جناب انبیاء علیہم السلام کی وراثت علوم نبوت ھوتی ھے نہ کہ مالِ دولت علم و علماء کی فضیلت میں الکافی میں کثیر روایات ذکر ھوئی ھیں ھم الکافی کی اِس روایت سے استدلال کرتے ھیں کہ انبیاء علیہم السلام نہ کسی کے مال کے وارث ھوتے ھیں اور نہ ھی کسی کو مال کا وارث بناتے ھیں۔

روایت

محمد بن الحسن و علی بن محمد، عن سهل بن زیاد و محمد بن یحیی عن أحمد بن محمد جمیعا عن جعفر بن محمد الأشعری عن عبد الله بن میمون القداح و علی بن إبراهیم عن أبیه، عن حماد بن عیسی، عن القداح، عن أبی عبد الله علیه السلام قال: قال رسول الله صلی الله علیه وآله من سلک طریقا یطلب فیه علما سلک الله به طریقا إلی الجنة وإن الملائكة لتضع أجنحتها لطالب العلم رضا به وإنه يستغفر لطالب العلم من في السماء ومن فيالأرض حتى

الحوت في البحر، وفضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر النجوم ليلة البدر۔
وإن العلماء ورثة الأنبياء إن الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما ولكن ورثوا العلم فمن أخذ منه أخذ بحظ وافی
(الکافی جلد 1 صفحہ 34)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کی طلب میں کسی راستے پر چلا، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر چلائے گا بے شک فرشتے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں اس شخص کیلئے جو اللہ کی رضا کے لیے علم حاصل کرتا ہے اور تمام مخلوقات جو آسمانوں میں اور جو زمین میں یہاں تک کے سمندر کی مچھلیاں استغفار طلب کرتی ہیں طالب علم کیلئے، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر بے شک علماء کرام انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک نہیں بناتے انبیاء وارث کسی کو دینار یا درھم کا بلکہ ان کی وراثت تو علم ہے اور جو اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اسے کافی حصہ ملتا ہے۔

تائیدی روایات اہل تشیع:

روایت نمبر 1:

أبي عبد الله عليه السلام قال إن العلماء ورثة الأنبياء وذاك أن الأنبياء لم يورثوا درهما ولا دينارا، وإنما أورثوا أحاديث من أحاديثهم، فمن أخذ بشيء منها فقد أخذ حظا وافرا، فانظروا علمكم هذا عمن تأخذونه؟ فإن فينا أهل البيت في كل خلف عدولا ينفون عنه تحريف الغالين، وانتحال المبطلين، وتأويل الجاهلين.

یہ بھی اسی حدیث کی تائیدی ہے اور اس میں انما سے حصر ہے اور اہل زبان جانتے ہیں کہ انما اور لکن دونوں استدراک کے لیے ہوتے ہیں اور شک کو دور کرتے ہیں اور مابعد میں داخل ہونے والے شکوک وشبہات کو دور کرتے ہیں۔

روایت نمبر 2:

جعفر، عن أبيه: أن رسول الله صلى الله عليه وآله لم يورث دينارا ولا درهما، ولا عبدا ولا وليدة، ولا شاة ولا بعيرا، ولقد قبض رسول الله صلى الله عليه وآله وإن درعه مرهونة عند يهودي من يهود المدينة بعشرين صاعا من شعير، استسلفها نفقة

ترجمہ: حضرت ابو جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول ﷺ نے کسی کو درھم و دینار یا غلام یا باندی یا بکری یا اونٹ کا وارث نہیں بنایا، بلا شبہ آنحضور ﷺ کی روح اس حال میں قبض ہوئی جب کہ آپ کی زرہ مدینہ کے ایک یہودی کے پاس صاع جو کے عوض رھن تھی، آپ نے اس سے اپنے گھر والوں کے لئے بطور نفقہ یہ جو لئے تھے۔

(قرب الاسناد الحمیری القمی صفحہ 92-91)
(بحوالہ المجلسی فی البحار جلد 16 صفحہ 219)

روایت نمبر 3:

عَنْ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْقَدَّاحِ عَنِ الصَّادِقِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ آبَائِهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص مَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَطْلُبُ فِيهِ عِلْماً سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقاً إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِهِ وَإِنَّهُ لَيَسْتَغْفِرُ لِطَالِبِ الْعِلْمِ مَنْ فِي السَّمَاءِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ حَتَّى الْحُوتُ فِي الْبَحْرِ وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ النُّجُومِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَاراً وَلَا دِرْهَماً وَلَكِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ.

(من لا يحضر الفقيه جلد 2 صفحه 346)

(بحار الأنوار، جلد 1، صفحه 164)

(الکافی جلد 1 صفحه 34)

اعتراض اهل تشیع

جناب اهل تشیع حضرات اپنی اِس روایت پر درجنوں اعتراض کرتے هیں

اعتراض

یهاں سونا چاندی درهم دینار کا ذکر هے زمین کا ذکر نهیں تو زمین میں وراثت جاری هو گی

جواب:

.1> آپ کا اعتراض اصول پر نهیں قیاس باطل پر مبنی هے کیونکه لکن وانما حصر کے لیے هیں۔ اور مابعد میں پیدا هونے والے شکوك کو دور کرتے هیں اصولوں کے مطابق اِس جملے کی نحوی صرفی و بلاغی ترکیب کریں۔ اور پھر ترجمه کریں آپ کا اعتراض هی نهیں بنے گا

.2> استدلال اهل تشیع سے پهلے هم اس مسئلے پر وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے هیں که اهل تشیع کے نزدیك غیر منقوله جائیداد کی وراثت میں عورت کا حِصه نهیں هوتا۔

اعتراض

جناب آپ نے اِس کا ترجمه غلط کیا هے اس سے مراد هے که علماء علم کے وارث اور اهل بیت مال کے وارث هیں

جواب

.1> عبارت ان الانبیاء لم یورثوا درهما ودینارا

جهالت کی حد هے جو لوگ عربی قواعد کو جانتے هیں وه یه بھی جانتے هیں که جو ترجمه اهل سنت نے کیا وه درست هے اور اهلتشیع ترجمه کی وجه سے عوام کو دھوکا دینا چاهتے هیں وه غلط هے۔

مثال: والله یدعوا الی دار السلام

ان دونوں عبارتوں میں لفظ احداً مفعول، محذوف اور عام یا نکره هے۔

تو جو ترجمه هم نے کیا وه درست اور اهل تشیع کا غلط هے

.2> کتاب اهلتشیع تنزیه الانبیاء صفحه 45 حدیث کے اِس حصے کا اهل تشیع کا کیا هوا فارسی ترجمه ملاحظه

کریں۔

البتہ میراث انبیاء درھم ودینار نبودہ بلکہ علوم واخلاق ومقامات وصفات مرضیہ ایشاں بودہ است

یہ اھل تشیع کی اپنی کتاب کا کیا ھوا ترجمہ ھے کاش کہ اعتراض کرنے والے جانتے کہ اھل تشیع نے بھی وھی ترجمہ کیا جو ھم نے کیا ھے۔

تو اعتراض ختم...!!

پہلے اِس کا جواب دیں جو اھل تشیع علماء نے ترجمہ کیا ھے.

اعتراض

اھل سنت لم یورثوا کو فعل مجھول پڑھتے ھیں جبکہ لم یورثو فعل معروف ھے۔اِس صورت میں لم یورثو کا فاعل علماء ھونگے علماء انبیاء کے علم کے وارث ھونگے اور اھل بیت مال کے وارث ھوں گے۔

جواب

اھل بیت اطھار ھر مرد وزن سے بڑہ کر کون عالم ھے اور ائمہ اھل بیت سے روایات موجود ھیں۔

روایت نمبر 1:

وفی الکافی عنہ علیہ السلام إنما نحن الذین یعلمون وعدونا الذین لا یعلمون وشیعتنا أولوا الألباب

وعن الصادق علیہ السلام لقد ذکرنا اللہ وشیعتنا وعدونا

(الکافی کی روایت بحوالہ تفسیر صافی جلد 4 صفحہ 216)

اِس آیت کے بارے میں امام باقر فرماتے ھیں جو جانتے ھیں وہ ھم ھیں اور جو نہیں جانتے وہ ھمارے دشمن اِس کے ھم معنی اور بہت ساری روایات موجود ھیں۔

روایت نمبر 2:

لأمالی للصدوق

فِي خُطْبَةٍ خَطَبَهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع بَعْدَ فَوْتِ النَّبِيِّ ص وَلَا كَنْزَ أَنْفَعُ مِنَ الْعِلْمِ.

الأمالی للصدوق ن، عیون أخبار الرضا علیہ السلام فِي كَلِمَاتِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع بِرِوَايَةِ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْحَسَنِيِّ قِيمَةُ كُلِّ امْرِءٍ مَا يُحْسِنُهُ.

(بحار الانوار جلد 1 صفحہ 165)

روایت نمبر 3:

عَنْ عَلِيٍّ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص لَا خَيْرَ فِي الْعَيْشِ إِلَّا لِرَجُلَيْنِ عَالِمٍ مُطَاعٍ أَوْ مُسْتَمِعٍ وَاعٍ. نَوَادِرُ الرَّاوَنْدِيِّ بِإِسْنَادِهِ عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ آبَائِهِ ع عَنِ النَّبِيِّ ص قَالَ: لَا خَيْرَ فِي الْعَيْشِ إِلَّا لِمُسْتَمِعٍ وَاعٍ أَوْ عَالِمٍ نَاطِقٍ. وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص أَرْبَعٌ يَلْزَمُ مَنْ كُلِّ ذِي حِجًى وَعَقْلٍ مِنْ أُمَّتِي قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هُنَّ قَالَ اسْتِمَاعُ الْعِلْمِ وَحِفْظُهُ وَنَشْرُهُ عِنْدَ أَهْلِهِ وَالْعَمَلُ بِهِ. الخصال

مَاجِيلَوَيْهِ عَنْ عَمِّهِ عَنِ الْبَرْقِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عِدَّةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ يَرْفَعُونَهُ إِلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع أَنَّهُ قَالَ: مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُومُ عِلْمٍ وَ مَنْهُومُ مَالٍ. بيان قال الجوهري النهمة بلوغ الهمة في الشيء وقد نهم بكذا فهو منهوم أي مولع به وفي الْحَدِيثِ مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُومٌ بِالْمَالِ وَ مَنْهُومٌ بِالْعِلْمِ

(بحار الانوار جلد 1 صفحہ 168)

خلاصہ۔

یہ تمام روایات مطلقاً اھل بیت کے علم کے بارے میں مذکور ہیں۔ تو اب یا تو آپ کی سوچ فاسد ہے، یا یہ روایات۔

اعتراض

یہ حدیث (لم یورثو) اِن قرآنی آیات کے خلاف ہے

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا

(سورہ النساء آیت 11)

>وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا

(سورہ النساء آیت 33)

>لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا

(سورہ النساء آیت 7)

>وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ ۖ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ

(سورہ النمل آیت 16)

>يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا

(سورہ مریم آیت 6)

جواب

۔1> پہلی تین آیات میں وراثت کا ذکر ہے لیکن مخاطب اُمت ہے نبی ﷺ نہیں اور کوئی اشارہ، کنایہ اور قرینہ بھی نہیں ہے۔ جبکہ آخری دو آیتوں میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے مالی وراثت کا ذکر نہیں اِن کی تفصیل استدلال اھل تشیع میں بیان کر چکے ہیں

2۔ ماقبل بیان کی جانی والی الکافی بخاری اور تائیدی روایات "لم یورثو" اِن آیات کی تفسیر کرتی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت مال نہیں ہوتا اور یہ روایات قران کے مخالف نہیں بلکہ اھل تشیع کی کج عقل کے خلاف ہے۔

باغ فدک میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کا طریق:

جو عمل اور طریقہ جناب رسول پاک ﷺ نے اموالِ فئے فدک وغیرہ کے متعلق اپنے عھد مبارک اور حیات طیبہ میں مقرر اور جاری فرمایا تھا وھی تمام خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کی خلافت، حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دور تک اِس میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل واقع نہ ہوا۔ تمام سنی و شیعہ مورخین، محدثین اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ جو عمل رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں کیا وھی عمل تمام خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات میں کیا۔

اھل تشیع روایات:

اھل تشیع کی ان روایات میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہ کا فَدَک کے حِصّے کی تقسیم پر طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے۔

روایت نمبر 1:

اموال واحوال خودرا از تو مضائقہ ندارم آنچہ خواھی توسیدہ امت پدر خودی و شجرہ طیبہ از برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمے تواند کرد و حکم تو نافذ است در مال من۔ اما در گفتہ پدر تو نمے توانم کرد

ترجمہ:

میں اپنا مال جائیداد دینے میں تم سے دریغ نہیں کرتا، جو کچھ مرضی چاھے لے لیجئے۔ آپ اپنے باپ کی اُمت کی سیدہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اپنے فرزندوں کے لئے پاکیزہ اصل اور شجرہ طیبہ ہیں۔

آپ کے فضائل کا کوئی انکار نہیں کرتا آپ کا حکم میرے ذات مرے مال میں بلا چوں و چرا جاری و منظور ہے۔ لیکن عام مسلمانوں کے مال میں آپ کے والد بزرگوار ﷺ کے حکم کی مخالفت ھرگز نہیں کرسکتا۔

(حق الیقین صفحہ 231)

روایت نمبر 2

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاخذ من فدک قوتکم ویقسم الباقی ویحمل فیہ فی سبیل اللہ ولک علی اللہ ان اصنع بھا کما کان یصنع فرضیت بذلک واُخذت العھد علیہ بہ وکان یاخذ غلتھا فیدفع الیھم منھا ما یکفیھم ثم فعلت الخلفاء بعدہ ذالک

(شرح نہج البلاغۃ، جلد 5 صفحہ 7 از ابن میثم البحرانی مطبوعہ تھران)

ترجمہ:

تم سب سچے ہو۔ مگر اس کا تصفیہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فَدَک کی آمدنی سے تمھارے گزارے کے لئے رکھ لیتے تھے، اور باقی جو بچتا تھا اس کو تقسیم فرما دیتے تھے اور اللہ کی راہ میں اس میں سے اٹھا لیتے تھے اور میں تمھارے لئے اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ فَدَک میں وھی کروں گا جو رسول کرتے تھے تو اس پر فاطمہ راضی ہو گئیں اور فَدَک میں

اسی پر عمل کرنے کو ابوبکر سے عہد لے لیا اور ابوبکر فَدَک کی پیداوار کرلیتے تھے اور جتنا اہل بیت کا خرچ ہوتا تھا ان کے پاس بھیج دیتے تھے، اور پھر ابوبکر کے بعد اور خلفاء نے بھی اسی طرح کیا۔

روایت نمبر 3:

عمل أمير المؤمنين، وإنما أمنع أن يكون أمير المؤمنين عليه السلام قد سار على طريقة الصديق، فإن التاريخ لم يصرح بشيء من ذلك، بل صرح بأن أمير المؤمنين كان يرى فدك لأهل البيت، وقد سجل هذا الرأي بوضوح في رسالته إلى عثمان بن حنيف كما سيأتي.

فمن الممكن أنه كان يخص ورثة الزهراء وهم أولادها وزوجها بحاصلات فدك، وليس في هذا التخصيص ما يوجب إشاعة الخبر، لأن المال كان عنده وأهله الشرعيون هو وأولاده. كما يحتمل أنه كان ينفق غلاتها في مصالح المسلمين برضى منه ومن أولاده عليهم الصلاة والسلام، بل لعلهم أوقفوها وجعلوها من الصدقات العامة.

(شرح نہج البلاغة، لابن ابی الحدید جلد 16 صفحہ 208)

متعلقہ ترجمہ:

اِس روایت میں حضرت علیؓ کے فَدَک کے استعمال کا طریقہ کار بیان کیا گیا ہے ابن ابی حدید نے بتایا کہ جس طریق پر ابوبکر صدیقؓ باغ فَدَک کو استعمال کرتے تھے اسی طریق پر حضرت علیؓ نے باغ فَدَک کو استعمال کیا ہے۔

روایت نمبر 4:

ابوبکرؓ باغ فدک کے غلہ میں سے اتنا حصہ اھلِ بیت کو دے دیا کرتے تھے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہوتا۔ باقی سب تقسیم کر دیا کرتے تھے، آپ کے بعد عمرؓ بھی ایسا ھی کرتے، عثمانؓ بھی ایسا ھی کیا کرتے اور ان کے بعد علیؓ بھی ایسا ھی کیا کرتے تھے۔

(شرح نہج البلاغة، لابنِ ابی الحدید جلد 4 صفحہ 44)

(شرح نہج البلاغة، لابنِ میثم البحرانی جلد 5 صفحہ 107)

(الدرة النجفية صفحہ 332)

(شرح نہج البلاغة، جلد 55 صفحہ 960 فارسی لعلی نقی مطبوعہ تہران)

روایت نمبر 5:

زید بن علی بن حسین کہنے لگے: اللہ کی قسم اگر فیصلہ میرے پاس آتا تو میں بھی وھی فیصلہ کرتا جو ابوبکرؓ نے کیا ھے۔

(شرح نہج البلاغة، لابنِ ابی الحدید، جلد 4 صفحہ 82)

روایت نمبر 6:

زین العابدین بن حسین بن علی فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر فدک کی تقسیم کا مقدمہ میری طرف لوٹ کر آتا تو میں بھی اس کا وہی فیصلہ کرتا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا۔

(شرح نہج البلاغة، لابن ابی الحدید جلد 4 صفحہ 113)

خلاصہ روایات:

باغ فدک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا طریقہ کار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنایا، اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد یہی طریقہ کار اپنانے سے یہ بات تو ثابت ہوئی کہ فدک مال فئے تھا۔

تضادات:

1> حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغ فدک کے مسئلہ میں خلفائے ثلاثہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ) کا طریق کیوں اختیار کیا۔۔؟؟

2> حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا طریق کیوں اختیار کیا۔۔؟؟

3> کیا یہ معقول جواب ہے کہ اہل بیت جو چیز چھوڑ دیں وہ واپس نہیں لیتے۔۔؟؟

4> غصب باغ فدک میں جو الزامات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر لگائے جاتے ہیں کیا انہیں الزامات کی زد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نہیں آتے۔۔؟؟

5> کیا اِن تمام الزامات کی زد میں رسول ﷺ کی ذاتِ مبارکہ نہیں آتی۔۔؟؟

ناراضگی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:

اہل تشیع کے مندرجہ ذیل اعتراض

اعتراض

اہل سنت کی کتابوں میں کثرت سے حضرت فاطمہ رضی اللہ کی ناراضگی کی روایات ہیں۔

جواب:

1> حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق کسی دوسرے شخص کا یہ خیال کہ باہم ناراض تھے۔ اگرچہ وہ شخص بالفرض معصوم بھی ہو۔ یقیناً اُس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتا جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خود بنفس نفیس اپنی زبان سے ناراضگی کا اظہار نہ فرمائیں۔ اور یہ بات قطعاً کسی معتبر کتاب اہل سنت سے ثابت نہیں ہوسکتی۔

2> صحیحین میں ناراضگی کی چودہ روایات درج ہیں جن میں چار میں ناراضگی کا لفظ ذکر ہے اور اِن چار روایات کی سب سندیں امام زہری پر جا کر جمع ہوتی ہے تو تواتر کیسا؟؟ اور لفظ قال سے راوی کی زیادتی ثابت ہو رہی ہے۔

جو کہ راوی کا گمان تھا جبکہ دس روایات میں ناراضگی کا لفظ ذکر نہیں ہے

3> اس کے برعکس شیعہ کی معتبر ترین کتابوں میں حضرت فاطمہؓ کی زبانی جناب علی المرتضیٰؓ سے فدک کی وجہ سے سخت ناراضگی ثابت ہے، جس کا ازالہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں بھی نہ کیا۔ بلکہ فدک کو جناب رسول کریم علیہ الصلوۃ السلام اور خلفائے ثلاثہ (ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ) والے طریقہ پر باقی رکھا اور سابقہ خلفا راشدینؓ کے طرز عمل میں کسی تغیر و تبدیلی کو جائز نہ سمجھا۔

جناب علی المرتضیٰؓ جن پر حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی شیعہ کے نزدیک یقینی ثابت ہے کہ ان کو حضرت فاطمہؓ نے خود ناراضگی کے سخت الفاظ فرمائے ان کو امام معصوم اور خلیفہ برحق سمجھنا اور ابوبکر صدیقؓ جن پر حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی کا کوئی یقینی ثبوت نہیں۔ ان کو ظالم، وغاصب سمجھنا کس انصاف اور کس دیانت پر مبنی ہے

اہل تشیع روایات:

اہل تشیع کی کتابوں میں حضرت فاطمہؓ کا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے راضی ہونا ثابت ہے اور اسی موقف پر اہل سنت و اہل تشیع کتابوں میں روایات موجود ہیں۔

روایت نمبر 1:

قال إن لك ما لأبيك كان رسول الله ﷺ يأخذ من فدك قوتكم ويقسم الباقي ويحمل منه في سبيل الله ولك على الله أن أصنع بها كما كان يصنع فرضيت بذلك وأخذت العهد عليه

ترجمہ: حضرت ابوبکرؓ نے سیدہ فاطمہؓ سے کہا جو آپ کے والد محترم کا تھا وہ آپ کا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فدک میں سے آپ کیلئے کچھ رکھ لیا کرتے تھے باقی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے راستے میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اللہ کی قسم! میں آپ کے ساتھ ویسا ہی کروں گا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیا کرتے تھے یہ سُن کر فاطمہؓ خوش ہو گئیں اور اس بات کا آپ سے عہد لے لیا۔

(شرح نہج البلاغۃ جلد 5 صفحہ 7 از ابن میثم البحرانی مطبوعہ تہران)

روایت نمبر 2:

وذلك إن لك ما لأبيك كان رسول الله ﷺ يأخذ من فدك قوتكم ويقسم الباقي ويحمل من في سبيل الله ولك على الله أن أصنع بها كما كانا يصنع فرضيت بذلك وأخذت العهد عليه به

ترجمہ: اور یہ وہی ہے جو آپ کے والد نے کیا کہ خدا کے رسولﷺ فدک کا بقدرِ ضرورت حصہ لے لیا کرتے تھے۔ اور باقی اللہ تعالیٰ کے راستے میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور یہ آپ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے اللہ کی طرف سے تھا، میں بھی وہی کروں گا اس معاملے میں، جیسے وہ کرتے تھے، پس وہ راضی ہو گئیں اور میں نے اس عہد کو اس طرح پورا کیا۔

(کتاب در تحفہ شرح نہج البلاغۃ صفحہ 332-331)

(الشیعہ واھل البیت صفحہ 75)

روایت نمبر 3:

إن أبابكر لما رأى أن فاطمة انقبضت عنه وهجرته ولم تتكلم بعد ذلك في أمر فدك كبُر ذلك عنده فأراد استرضاءها فأتاها فقال لها: صدقت يا ابنة رسول الله ﷺ فيما ادعيت ولكني رأيت رسول الله ﷺ يقسمها فيعطي الفقراء والمساكين وابن السبيل بعد أن يعطي منها قوتكم والصانعين فقالت: افعل فيها كما كان أبي رسول الله ﷺ يفعل فيها. قال أشهد الله على أن أفعل فيها ما كان يفعل أبوك فقالت: والله لتفعلن فقال والله لأفعلن فقالت اللهم اشهد اللهم اشهد فرضيت بذلك وأخذت العهد عليه وكان أبوبكر يعطيهم منها قوتهم فيعطي الفقرآء والمسكين

(آفتابِ ھدایت صفحہ 251)

اھل سنت روایت:

والله ما تركت الدار والمال والأهل والعشيرة إلا ابتغاء مرضاة الله، ومرضاة رسوله، ومرضاتكم أهل البيت. ثم ترضاها حتى رضيت. وهذا إسناد جيد قوي

(البدایہ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 289 عماد الدین بن کثیر)

ترجمہ:

اللہ کی قسم! میں اپنا گھر بار مال اور اھل وعیال، قوم برادری، سب کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی رضا جوئی اور تم اھل بیت نبوت کی رضا جوئی کے لئے چھوڑ چھاڑ آیا تھا جس سے سیدہؓ کو خوش کیا تو سیدہؓ نہایت راضی خوش ھو گئی اس روایت کی سند نہایت عمدہ صحیح اور معتبر و مضبوط ھے۔

تعارضات:

1> کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کامل الایمان ھونا ثابت نہیں ھوتا، بوجہ اِس کے حضرت فاطمہؓ کے سوال کرنے پر فرمایا کہ انبیاء کی وراثت نہیں ھوتی، انبیاء جو کچھ چھوڑتے ھیں وہ صدقہ ھوتا ھے۔ اور فَدَک اور دوسرے اموالِ وقف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔

2> حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی کی وجہ کیا تھی، فرمانِ رسول ﷺ کا سنایا جانا یا فرمانِ رسول ﷺ کی وجہ سے مال کا نہ ملنا یا کہ فرمانِ رسول ﷺ کے بارے میں علم نہ ھونا؟ کیا حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی بہر صورت رسول علیہ الصلوٰۃ السلام کی طرف نہیں لوٹتی؟

نتیجہ:

یہی وہ نقطہ ھے جس پر مشہور بریلوی عالم ڈاکٹر اشرف جلالی صاحب دامت برکاتہم عالیہ پر ایف۔آئی۔آر (F.I.R) درج کروائی گئی۔ جس کے ضمن میں اھل تشیع اور کچھ درباری مُلاؤں کی طرف سے یہ الزام لگایا گیا کہ اشرف جلالی نے حضرت فاطمہؓ کی شان میں گستاخی کی ھے۔ جو کہ معصوم ھیں۔

عِصمت کی جس تعریف پر اھل تشیع نے اجماع کیا ھے۔ مُلا باقر مجلسی نے عِصمت کی جو تعریف کی ھے اس پر اھل

تشیع کا اجماع ہے۔وہ کہتا ہے کہ

"جان لو امامیہ کا اتفاق ہے کہ ائمہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں اُن سے اصلاً گناہوں کا صدور ممکن ہی نہیں ہے۔

وہ عمداً، نسیاناً، خطاً، تاویل یا تفسیر میں غلطی کرنا یا اللہ کو اُن کا بھلا دینا تو ایک طرف رہا"

(بحار الانور جلد25 صفحہ211)

(مراۃ العقول جلد4 صفحہ352)

یہ دعویٰ تو عِصمت کی اس تعریف کا کر بیٹھے لیکن اس کو کسی بھی صورت ثابت نہیں کر سکتے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے نسیان اور خطا اجتہادی کے بہت سارے واقعات اہل تشیع نے اپنی تفاسیر میں ذکر کیے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ سھو، نسیان اور خطا اجتہادی کے بارے میں احادیث کی کتابوں میں ابواب باندے ہیں اور فقہ کی کتابوں میں سھو اور نسیان کے باقاعدہ مسائل پیش کیے ہیں۔

چنانچہ اہل تشیع کی عِصمت کی اس تعریف کے مطابق اگر حضرت فاطمہؓ کا ناراض ہونا تسلیم کرتے ہیں تو ان کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہوتا، اور اگر ناراض ہونا تسلیم نہیں کرتے تو ہمارا موقف ثابت۔

انبیاء کی وراثت مال نہ ہونے کی حکمت:

قرآن مجید سے دلائل:

1> اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ

ترجمہ: اللہ جس کی روزی چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جس کی چاہتا، گھٹا دیتا ہے۔

2> كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ

ترجمہ: اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔

3> اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

ترجمہ: یا یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُنہیں دے رکھا ہے۔

4> وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں زیادتی دے رکھی ہے۔

5> فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

ترجمہ: جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمھیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو۔

6> وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ

ترجمہ: تمھارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اللہ ھی کی دی ہوئی ہیں۔

احادیث رسول اللہ ﷺ سے دلائل:

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ عالی ہے:

إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس لا تحل لمحمد ولا لآل محمد ﷺ
ترجمہ: صدقات لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہے جو میرے لیے اور آلِ محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔
(صحیح مسلم جلد 1 صفحہ 345)

اقوالِ فقہاء:

1> شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:
وفي هذا الحکم سر آخر وهو أنه ﷺ إن أخذها لنفسه وجوز أخذها لخاصته والذين يکون نفعهم بمنزلة نفعه کان مظنة أن يظن الظانون ويقول القائلون في حقه ما ليس بحق
ترجمہ: رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل پر صدقہ کے حرام ہونے میں دوسرا راز یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ اپنے مال کو اپنی ذات کے لیے یا اپنے خاص افراد کے لیے جن کا نفع آپ کا اپنا نفع ہے، کے لیے جائز قرار دیتے تو آپ کے خلاف بد گمانی کرنے والوں اور ناحق اعتراض کرنے والوں کو موقع ہاتھ آجاتا کہ یہ نبی دنیا کا کتنا حریص ہے کہ غربا و مساکین کا حق کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔
(حجة اللہ البالغہ جلد 2 صفحہ 46)

2> والفرق بين الأنبياء وغيرهم إن اللہ تعالیٰ صان الأنبياء عن أن يورثوا الدنيا لئلا يکون ذلك شبهة لمن يقدح في نبوتهم بأنهم طلبوا الدنيا وورثوها لورثتهم
ترجمہ: اگر انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں عام قانونِ میراث جاری رکھا جاتا تو دشمنانِ نبوت کو یہ اعتراض کرنے کا موقع ہاتھ آجاتا کہ اُنھوں نے اپنے اور اپنے وارثوں کے لیے مال و دولت جمع کرنے کے لیے نبوت کو آڑ لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے "لا نورث ما ترکنا صدقة" کا قانون جاری کروا کر اپنے انبیاء علیہم السلام کو اس جاہلانہ اعتراض سے ہمیشہ کے لیے بچا لیا۔
(منہاج السنة جلد 2 صفحہ 157)

نتیجہ:
اِن آیات، احادیث اور فقہاء کے قول اور اس مفہوم کی دوسری بیسیوں آیاتِ مقدسہ کے مطابق اس دنیا میں انسان کے پاس جو کچھ ثروت و دولت، مال اور زندگی کا دوسرا ساز و سامان ہے۔ اس کا حقیقی مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے، جو خالق کائنات ہے۔ انسان کے پاس یہ مال و متاع محض چند روز کے لیے بطورِ امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و احسان سے رفع حاجات اور روز مرہ کی ضروریات پوری کرنے کے لیے یہ چیزیں مستعار عطا فرما رکھی ہیں جن پر ہمارا کوئی ذاتی استحقاق نہیں ہے
.وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
ترجمہ: میں تمھیں جو تبلیغ کر رہا ہوں، اس کا کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا بلکہ اس کا اجر ربّ العالمین ہی کے ذمہ ہے جو قیامت کو وہ عطا فرمائے گا۔

۔قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر محبت رشتہ داری
انبیاءؑ اپنی اپنی اُمت کے روحانی باپ ہوتے ہیں۔ نبی کا یہ روحانی رشتہ ہر فرد بشر سے ہوتا ہے۔ ہر کالے گورے اور سرخ و سپید پر برابر کی شفقت ہوتی ہے۔ اس لیے نبی کا ترکہ تمام اُمت پر صدقہ ہوتا ہے جو بلا کسی امتیاز کے آقا و غلام، مرد و زن، بُرے بھلے، صالح و فاسق، قریب و بعید اور ہر خاص و عام تمام مسلمانوں کے مشترکہ مصالح پر صرف کیا جاتا ہے۔ پس اگر نبی کا ترکہ صرف اُس کے اُصول و فروع پر ہی تقسیم کیا جاتا تو اس کے اقربا کے ساتھ تعلق و شفقت کا خاص ظہور ہوتا جو اُمت کے دوسرے افراد سے بے رخی اور ان کی دل شکنی کا مظہر ہوتا جو کہ شفقت عام کے سراسر منافی ہے۔ فافهم ولا تكن من القاصرين

اور مذکورہ بالا احادیث میں فرمایا: "ماتركنا فهو صدقة"۔ ان دونوں احادیثِ صحیحہ کو باہم ملانے سے ثابت ہوا کہ انبیاءؑ کا ترکہ اُن کے ورثا پر حرام ہے کیونکہ وہ صدقہ ہے۔

اگر انبیاءؑ کے ترکہ میں عام رائج قانونِ میراث جاری رکھا جاتا تو ممکن تھا کہ بشری تقاضوں اور دنیا کی حرص کی وجہ سے ان کے ورثا اُن کی موت کا انتظار کرنے لگے جاتے جو ان کے حق میں وَبال ثابت ہوتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نبی کے ورثا کی بہتری کے پیش نظر ان کو ترکہ سے محروم کر کے دنیا کا عارضی نقصان برداشت کروا کر آخرت کے وبالِ عظیم اور ہمیشہ کی ہلاکت سے بچا لیا۔ میرے علم کے مطابق یہ وہ حکمتیں ہیں جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے ترکہ میں قانونِ وراثت جاری نہیں فرمایا گیا۔

فَدَک کی حیثیت:

اهل تشیع روایات:

روایت نمبر 1:

فَدَک اطراف خیبر کی ایک آباد و زرخیز و وسیع سرزمین تھی اور اس کے نخلستان خیبر سے زیادہ تھے۔ فَدَک میں چند یہودی زندگی بسر کرتے تھے کہ جو خیبریوں سے ارتباط میں تھے اور ان کا رئیس ایک یوشع بن نون نام کا آدمی تھا۔
سب سے پہلا شخص جس نے اس زمین پر سکونت اختیار کی تھی فَدَک بن حام تھا لھذا یہ سرزمین اسی کے نام سے معروف ہے۔

(معجم البلدان، جلد 4، صفحہ 238)

فدك فأرسلوا إلى رسول الله، صلى عليه وسلم،
أن يصالحهم على النصف من ثمارهم وأموالهم فأجابهم

ترجمہ۔ فدك والوں نے رسول ﷺ کی خدمت میں لوگ بھیجے پس انہوں نے نصف پیداوار پر صلح کر لی پس ان کی اس پیشکش کو رسول ﷺ نے قبول کر لیا۔

(معجم البلدان جلد 4/238)

روایت نمبر 2:

فشهد(۴) علی ذلك علی بن أبی
طالب علیه السلام ومولی لرسول الله وأم أیمن، فقال رسول الله إن أم أیمن امرأة
من أهل الجنة.

وجاء أهل فدك إلی النبی، فقاطعهم علی أربعة وعشرین ألف دینار فی كل
سنة (۵).

جب علی المرتضی علیہ السلام اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو بطورِ گواہ پیش کرتے ہیں تو اُم ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اہل فدک نے
24,000 دینار سالانہ ادائیگی کا معاہدہ کیا۔

(بحار الأنوار جلد 29 صفحہ 116-117)

(سرّہ فی البحار جلد 17 صفحہ 378 حدیث 46)

(إثبات الهداة جلد 2 صفحہ 116 حدیث 515)

(مجمع البحرین جلد 1 صفحہ 333)

(مجمع البحرین جلد 5 صفحہ 127)

روایت نمبر 3:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں فدک کی سالانہ آمدنی کا 24 سے 70 ہزار دینار تک کا اندازہ لگایا گیا ہے۔

(قطب راوندی، الخرائج والجرائح، جلد 1 صفحہ 113)

(سفینة البحار، جلد 2 صفحہ 351)

(ناسخ التواریخ، حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام صفحہ 121)

روایت نمبر 4:

مورخین نے باغ فدک کی سالانہ در آمد 70,000 سے 120,000 طلائی سکہ لکھی ہے۔

(بحار الانوار، جلد 29 صفحہ 118)

روایت نمبر 5:

کہا جاتا ہے کہ جس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے حجاز سے یہودیوں کو نکالنا چاہا تو فدک میں موجود نصف درختوں کے
مقابلے میں یہودیوں کو 50 ہزار درھم ادا کیا۔

(جوہری بصری، السقیفة وفدك، 14ق، صفحہ 98)

اہل سنت روایت:

خیبر کے یہودی زراعت اور باغبانی کے ماہر تھے اگرچہ اُن کی جلا وطنی طے ہو چکی تھی مگر انہوں نے اِس موقع پر
تجویز پیش کی کہ انہیں زمین پر صرف کام کرنے کے لیے دیا جائے پیداوار میں سے نصف ان کا ہوگا اور نصف

مسلمانوں کا، حضور اکرم ﷺ نے غور کیا تو اس تجویز میں مصلحت محسوس کی، کیوں کہ مسلمانوں کی تعداد اتنی نہیں تھی کہ بیک وقت جہاد بھی کرتے اور زراعت بھی، آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کے لیے فارغ رکھنے کے خیال سے اس تجویز کو منظور فرمالیا مگر یہ واضح فرما دیا کہ جب ہم چاہیں گے یہ معاملہ ختم کر دیں گے آپ ﷺ نے خیبر کی پیداوار سے حصہ وصول کرنے کی ذمہ داری عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو سونپ دی وہ جب بھی خیبر آتے اتنی دیانتداری اور انصاف سے پیداوار تقسیم کرتے کہ یہودی کہہ اٹھتے کہ "زمین و آسمان ایسے ہی عدل کی وجہ سے قائم ہیں" یہود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور تک یہیں آباد رہے مگر چونکہ حضور ﷺ کی یہ وصیت تھی کہ جزیرۃ العرب میں دو دین باقی نہ رہنے دیا جائے اور یہود و نصاریٰ کو یہاں سے نکال دیا جائے اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں خیبر اور گرد و نواح سے تمام یہودیوں کو جلاوطن کر کے شام بھیج دیا اور انہیں متبادل زمینیں فراہم کر دیں۔

(صحیح بخاری حدیث 3169)

سیرۃ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 338-337)

(طبقات ابنِ سعد جلد 2 صفحہ 201)

(التاریخ الاسلامی العام صفحہ 200)

(المعجم الکبیر الطبرانی جلد 2 صفحہ 108)

(فتوح البلدان علامہ بلاذری صفحہ 42)

(تاریخ الخمیس علامہ دیار بکری جلد 2 صفحہ 64)

(تاریخ کامل ابنِ اثیر جلد 2 صفحہ 85)

(روض الانف علامہ سُھیلی جلد 2 صفحہ 247)

خلاصہ روایات:

بستی فَدَک کا نام نوح علیہ السلام کی نسل فَدَک بن حام بن نوح کی وجہ سے فَدَک پڑا جو اِس علاقے کا پہلا آباد کار تھا۔

حضور ﷺ نے محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دینے کیلئے اہل فَدَک کی طرف بھیجا، تو اہل فَدَک نے باہمی مشورے سے طے کیا کہ مسلمانوں نے خیبر فتح کر لیا ہے آخر ہم کب تک فَدَک کی حفاظت کریں گے، جو کہ ناممکن ہے چنانچہ یوشع بن نون جو اُس وقت فَدَک کا مالک تھا رسول اللہ ﷺ کے سامنے معاہدے کیلئے پیش ہوا اس معاہدے کی بنیادی شق یہ تھی کہ فَدَک بدستور فَدَک کے رہائشیوں کے پاس رہے گا لیکن اس کی نصف سالانہ آمدنی مسلمان کو دی جائے گی۔

جیسا کہ ہم ماقبل اہل سنت اور اہل تشیع روایات سے بیان کر چکے ہیں کہ اہل فَدَک سالانہ 24,000 دینار ادا کیا کرتے تھے۔ اور اس رقم کی وصولی کیلئے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جایا کرتے تھے یہ ایک ہنگامی جنگی

معاہدہ تھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں، اور پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی اسی انداز میں قائم رہا ۔ لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو رسول اللہ ﷺ کے اِس فرمان کے مطابق کہ جزیرۃ العرب سے غیر مسلموں کو نکال دیا جائے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں باغ فَدَک اور اُس سے ملحقہ جائیداد کو 50،000 درھم میں خریدا ۔

جناب ان تمام روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کوئی خاندانی، انفرادی یا ذاتی معاہدہ نہیں تھا، بلکہ یہ ایک ریاستی، ھنگامی جنگی معاہدہ تھا جس میں صرف اور صرف 24،000 دینار سالانہ یا فَدَک کی نصف آمدنی سالانہ کی ادائیگی مسلمانوں کو کی جاتی تھی۔

نتیجہ:

نتیجے کے طور پر یہ بات سامنے آئی کہ باغ فَدَک نہ کسی کی ذاتی ملکیت، نہ مکمل حاصل ہوا، نہ کسی کی ملکیت میں دیا گیا، اور نہ ھی وصالِ رسول ﷺ کے بعد کسی کو اس کا مالک بنایا جا سکتا تھا، بلکہ یہ تو ایک ریاستی معاہدہ تھا جیسا کہ نجران وغیرہ کے علاقوں کے معاہدے ہوئے۔ چنانچہ جس فرد نے باغ فَدَک کی اصلی حیثیت کو سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اِس کی حیثیت کیا تھی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں کیا حیثیت تھی وہ اہل تشیع کے باغ فَدَک کے بارے میں تمام مکر و فریب کو یقینی طور پر سمجھ جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ان معاہدوں میں حاصل ہونے والے اموال کے مصارف اللہ رب العزت نے قرانِ مجید میں خود بیان فرمائے ہیں تو اِن اموال کو اسی طریق پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور یہ تمام اموال وقف کے حکم میں ہیں۔

دعوے جھوٹے، دلیلیں جھوٹی
وعدے جھوٹے، قسمیں جھوٹی
ھم نے جن کو سچا جانا
نکلی وہ سب باتیں جھوٹی

مالِ فئے انفال اور اس کی تقسیم"

مالِ غنیمت کا حلال ہونا:

رسول اکرم ﷺ فرمایا:

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ."

اللہ رب العزت نے مجھے چھ چیزیں وہ عطا فرمائی ہیں جو گزشتہ انبیاء علیہم السلام کو عطا نہیں فرمائیں۔ ان میں سے ایک چیز

"أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ"

ہے کہ اللہ نے میرے لیے میدان جنگ کے مال، مالِ غنیمت کو حلال قرار دیا ہے۔

(صحیح مسلم رقم: 523)

سابقہ شرائع اور مال غنیمت:

گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا یعنی ان انبیاء علیہم السلام کے لیے مالِ غنیمت کا استعمال کرنا ٹھیک نہیں تھا، جب جہاد میں نکلتے تھے اور میدان جنگ میں کفار کا مال جمع ہوتا تو اس مال کو کھلے میدان میں رکھ دیا جاتا تھا، آسمان سے آگ آتی اور اس مالِ غنیمت کو کھا جاتی۔ اگر وہ مال غنیمت آسمانی آگ کھا جاتی تو یہ اس بات کی علامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کو قبول فرمالیا اور اگر آگ اس مال کو نہ کھاتی تو اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ یہ جہاد قبول نہیں ہوا۔

لیکن رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ اللہ نے مجھے یہ اعزاز بخشا ہے کہ مالِ غنیمت کو میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے۔ اب اُمت جہاد کرے اور میدان جنگ میں کفار سے مال چھینے، اب آگ کے ذریعے اسے جلانے کی ضرورت نہیں، یہ اسے اپنے حلال اور پاکیزہ رزق کے طور پر استعمال کرسکتے ہیں یعنی یہ ہمارے نبی ﷺ ایک اعجاز ہے۔

ہمارے نبی ﷺ کا دائرہ نبوت غیر محدود ہے:

اس کی وجہ کیا ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کے لیے تو مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کے لیے مال غنیمت حلال کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کا دائرہ نبوت محدود تھا، ہمارے نبی ﷺ کا دائرہ نبوت غیر محدود ہے، پہلے نبیوں نے ایک بستی میں رہنا ہے، ایک قوم میں رہنا ہے، ایک گاؤں میں رہنا ہے اور ایک خاص وقت تک اس نبی کی نبوت ہے، ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کا دائرہ محدود نہیں ہے بلکہ پوری دنیا میں حضور ﷺ کی نبوت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی امت نے پوری دنیا میں جانا بھی ہے۔

اگر مال غنیمت حلال نہ ہو:

اب اگر یہاں سے چلیں اور دنیا کے کسی دوسرے کونے جا کر جہاد کریں اور مالِ غنیمت بھی ان کے لیے حلال نہ ہو تو پھر کھانے کی دو صورتیں ہیں:

1) کمائیں اور کھائیں

2) مرکز سے مال لائیں اور کھائیں

میدان جہاد میں جا کر کمانا شروع کر دیں تو یہ جہاد نہیں کر سکیں گے اور اگر مرکز سے مال لانا چاہیں تو دور ہونے کی وجہ سے مال لا بھی نہیں سکتے۔ تو یہ امت آگے کیسے بڑھے گی؟ اس کے لیے اللہ رب العزت نے ختم نبوت کی برکت سے اعزاز دیا ہے کہ تم بڑھتے چلے جاؤ، کمانا کافر نے ہے اور کھانا تم نے ہے۔

تمہیں کمانے کی ضرورت نہیں ہے، کافر کمائے گا اور تم کھاؤ گے اور یہ کھانا حلال بھی ہو گا اور طیب بھی ہو گا۔

مال کی تین اقسام:

میدان جنگ میں جو مال حاصل ہوتا ہے اس کی تین اقسام ہیں:

1> مالِ غنیمت:

مالِ غنیمت کا معنی کیا ہے؟ میدان جنگ میں گئے اور کفار سے مقابلہ ہوا اور مقابلے کے بعد آپ کو جو مال ملا

اسے مالِ غنیمت کھتے ھیں۔

2> مالِ فئے:

بغیر جنگ لڑے کافر خود کو آپ کے حوالے کر دے، اس سے جو مال ملتا ھے، اسے مالِ فئے کھتے ھیں۔

تو جو جنگ کے ذریعے مال ملے وہ "مال غنیمت اور "بغیر جنگ لڑے ملے تو "مال فئے" ھے۔

3> انفال:

انفال عربی زبان کا لفظ ھے جو نفل کی جمع ھے، نفل کے لفظی معنی زائد، فضل، احسان اور اللہ کا کرم بھی ھے انفال کو محدثین اور مفسرین نے تھوڑا عام رکھا ھے۔

مالِ غنیمت اللہ اور رسول کا ھے:

﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ﴾

اللہ رب العزت فرماتے ھیں: ﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ﴾

اے میرے پیغمبر! یہ صحابہ آپ سے پوچھتے ھیں کہ مال غنیمت کا کیا کرنا ﴿قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ﴾ آپ فرما دیں یہ مال غنیمت اللہ کے حکم سے آپ کو ملا ھے اور اللہ کے حکم کے مطابق اور پیغمبر کے بتائے ھوئے طریقے سے تقسیم ھو گا، اس لیے تمھاری مرضی اور تمھاری رائے کو اس مال غنیمت کی تقسیم میں کوئی بھی دخل نھیں ھے۔

وَ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مِنۡہُمۡ فَمَاۤ اَوۡجَفۡتُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ خَیۡلٍ وَّ لَا رِکَابٍ وَّ لٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ

ترجمہ اور جو (مال) خدا نے اپنے پیغمبر کو ان لوگوں سے (بغیر لڑائی بھڑائی کے) دلوایا ھے اس میں تمھارا کچھ حق نھیں کیونکہ اس کے لئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن خدا اپنے پیغمبروں کو جن پر چاھتا ھے مسلط کر دیتا ھے۔ اور خدا ھر چیز پر قادر ھے

(سورۃ الحشر آیت 6)

مَاۤ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مِنۡ اَہۡلِ الۡقُرٰی فَلِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوۡلِ وَ لِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ ؕ وَ مَاۤ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ ٭ وَ مَا نَہٰىکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَہُوۡا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ

ترجمہ: جو مال خدا نے اپنے پیغمبر کو دیھات والوں سے دلوایا ھے وہ خدا کے اور پیغمبر کے اور (پیغمبر کے) قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور حاجتمندوں کے اور مسافروں کے لئے ھے۔ تا کہ جو لوگ تم میں دولت مند ھیں ان ھی کے ھاتھوں میں نہ پھرتا رھے۔ سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو۔ اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رھو۔ اور خدا سے ڈرتے رھو۔ بےشک خدا سخت عذاب دینے والا ھے۔

(سور الحشر آیت 7)

انفال کی ملکیت کے حصہ دار:

1 اللہ عزوجل

2 نبی ﷺ

3 نبی ﷺ کے قرابت دار

4 یتیم

5 حاجتمند

6 مسافر

مال کی تقسیم کا طریقہ کار:

جب میدان جنگ میں جائیں اور مال غنیمت ملے تو اس مال غنیمت کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔ ان میں ایک حصہ جسے "خمس" کہتے ہیں یہ تو بیت المال میں جمع ہوتا ہے اور چار حصے ان مجاہدین کے درمیان تقسیم ہوتے ہیں جو جہاد میں شامل ہوتے ہیں، کبھی ان چار حصوں کو "مال انفال" کہتے ہیں اور کبھی میدان جنگ میں امیر لشکر کہتا ہے کہ جس شخص نے فلاں کافر

کو قتل کیا تو اس کافر کا مال اس قاتل کو دیں گے تو اس مال کو بھی نفل کہتے ہیں۔ اور کبھی جو پانچواں حصہ بیت المال میں جمع ہوا ہے اسی مال میں سے امیر المجاہدین کسی مجاہد کے خاص کارنامے کی وجہ سے اس مجاہد کو بطور اکرام کے دیتا ہے اس مال کو بھی "مال انفال" کہتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو مالِ خمس (پانچواں حصہ) بیت المال میں جمع ہوا ہے ایک شخص میدان جنگ میں تو نہیں گیا لیکن مجاہدین کی خدمت کرتا ہے، اس خدمت کرنے والے کو بھی امیر لشکر اس خمس میں سے کچھ مال دیتا ہے تو اس مال کو بھی "مال انفال" کہتے ہیں۔

تعارضات:

فدک مال فئے تھا یا ذاتی مال تھا؟؟

جواب: باغ فدک بھی دوسرے اموال کی طرح مالِ فئے ہی تھا اور فدک کے مال فئے ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

مال فئے والانفال پر رسول اللہ ﷺ کے بعد تصرف کس کا ہوگا؟؟

جواب: مالِ فئے کو انفال میں شمار کیا جاتا ہے اور انفال کے بارے میں سورہ انفال کی پہلی آیت میں صراحت کے ساتھ وارد ہوا ہے کہ انفال فقط اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔ انفال میں کسی غیر کا کسی قسم کا کوئی حق موجود نہیں۔ پس مالِ فئے چونکہ انفال میں سے ہے اس لیے یہ اموال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مختص ہیں اور ان کی رحلت کے بعد ان کے برحق جانشین یا قائم مقام کے سپرد ہوگا۔

(شیخ طوسی، محمد بن حسن، المبسوط فی فقه الامامیة، جلد 2، صفحه 64)
(علامه حلی، حسن بن یوسف، تذکرة الفقهاء، جلد 9 صفحه 119)
"فما کان للہ فھو لرسولہ یضعہ حیث یشاء وھو للامام من
بعد الرسول"
پس جو اللہ کا ہے وہ رسول کا ہے جیسے چاہے تصرف کرے اور اس کے بعد امام کا ہے
(العیاشی جلد 2 صفحہ 35-36-37)
(بحار الانوار جلد 20 صفحہ 53-54-55)
(البرھان جلد 2 صفحہ 61-62-63)
(الوسائل جلد 2 ابواب الانفال)
(تفسیر القمی جلد 1 صفحہ 254-255)
"ھو للہ وللرسول وبعدہ للقائم
مقامہ یصرفہ حیث یشاء من مصالح نفسہ ومن یلزمہ مؤنتہ لیس لأحد فیہ شئ"
(التبیان جلد 5 صفحہ 83)
"ھی للہ وللرسول، وبعدہ لمن قام مقامہ، فیصرفہ حیث شاء"
(البیان جلد 4 صفحہ 424)
"وھی للہ ولرسولہ ولمن قام مقامہ بعدہ"
(تفسیر الآصفی جلد 1 صفحہ 423)
"وھو للأمام بعد الرسول"
(الکافی جلد 1 صفحہ 28 روایات باب الفئی الانفال)
حضرت فاطمہؑ نے کس حق سے مال فئے والانفال یعنی مال وقف کا سوال کیا جب کہ ماقبل تمام روایات بتا رھی ہیں کہ مال وقف پر حق اللہ اور رسول ﷺ کا ہے اس کی تقسیم کا طریقہ کار خود اللہ نے بیان فرما دیا اور رسول ﷺ کے بعد اس پر تصرف امام یا قائم مقام کا ہے۔
کیا فاطمتہ الزھرہؑ رسول تھیں؟؟
امام تھیں؟؟
خلیفہ تھیں؟
یا رسول ﷺ کی قائم مقام تھیں؟؟
فدک کا حصّہ اھل بیت کو ملنا:
روایت نمبر 1:

ابوبکرؓ فَدَك کا غلہ وصول کرتے اور اہل بیت کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے۔ان کے بعد حضرت عمرؓ بھی فَدَك کو اسی طرح تقسیم کیا کرتے تھے،اس کے بعد عثمانؓ بھی فَدَك اسی طرح تقسیم کیا کرتے تھے،اس کے بعد علیؓ بھی فَدَك کو اسی طرح تقسیم کیا کرتے تھے۔

(حجج النہج صفحہ 266)

روایت نمبر 2:

سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے مناسب ترین فیصلہ فرمایا کہ کسی کو مالکانہ حقوق دیے بغیر ان جائیدادوں کے متولی کی حیثیت سے ان کی آمدن اہل بیت پر خرچ کرنے کا سلسلہ جاری رکھا اسی میں اہل بیت و سادات کرام کی مصلحت بھی تھی کیونکہ چند افراد کو مالکانہ حقوق مل جاتے تو ممکن تھا چند پُشتوں بعد یہ ذریعہ آمدن ختم ہو جاتا اور بعد والے سادات کو اس سے حصہ نہ ملتا ۔اِس جائیداد کے سرکاری سرپرستی میں محفوظ ہونے کا نتیجہ یہ نکلا کہ تقریباً دو صدیوں تك اہل بیت کی آل اولاد کو اِن اموال سے حِصہ پہنچتا رہا اور وہ معاشی طور پر فارغ البال رہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی حدیث 12734)

نتیجہ:

>اہل تشیع کا محل وقوع کا دعوی ان کی اپنی کتابوں سے متضاد ہے۔

>اہل تشیع کا ہبہ کا دعوی جھوٹا،خود ساختہ اور خود اپنی روایات سے متضاد اور دجل پر مبنی ہے

>اہل تشیع کا وراثت کا دعوی بھی جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ وراثت ثابت ہونے کی صورت میں فرائض کی آیات سے تعرض پیش آتا ہے

>اہل تشیع کا باغ فَدَك کی ملکیت رسول اللہ ﷺ یا فاطمہؓ کے لیے جھوٹ ہے کیونکہ فَدَك کی نصف پیداوار سالانہ کا معاہدہ تھا جو کہ ریاستی تھا اہل تشیع نے صحابہؓ پر الزام ثابت کرنے کے لیے خود اپنے استدلالی اصولِ فقہی اور دوسرے ہر قسم کے اصول کو روند دیا لیکن دجل وفریب کے سوا کچھ ثابت نہیں کرسکے۔

اہل تشیع روایات کی ثقاہت::

شیعہ مذہب میں حدیث وسنت کی تعریف::

حدیث معصوم کے قول،یا ان کے قول،فعل یا تقریر کی حکایت کو کہتے ہیں۔

تنبیہ::

شیعہ امامیہ کے نزدیك معصوم علیہ السلام سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے بارہ اماموں میں سے کوئی ایك ہے۔

(أصول الروایة عند الشیعة الامامیة ،عبد المنعم فرماوی،صفحہ ۱۲۵)

سنت::

سنت کی لغوی تعریف: سنت لغت میں طریقہ کو کہتے ہیں۔
سنت کی اصطلاحی تعریف: جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا مطلق معصوم کے قول یا فعل یا تقریر سے صادر ہو
(مقباس الھدایۃ ,مامقانی جلد ا صفحہ ۶۸)
خلاصہ::
تشیع کی حدیث اور سنت کی تعریف میں آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ رسول ﷺ اور ائمہ معصومین کے قول فعل اور تقریر کو بطور احتجاج لیا جائے گا
نوٹ::
شیعہ حضرات کا جو عقیدہ اور نظریہ مطلقا رسول ﷺ کے بارے میں ہے وہی اپنے ائمہ کے بارے میں ہے
رسول ﷺ کی طرح ائمہ پر نزول وحی الھی ہوتا ہے۔
رسول ﷺ کی طرح معجزات بطرز رسالت ائمہ کو دیے گئے ہیں۔
رسول ﷺ کی طرح ائمہ منصوص من اللہ ہیں۔
رسول ﷺ کی طرح ائمہ مفترضۃ الطاعۃ ہیں۔
رسول ﷺ کی طرح ائمہ معصوم عن الخطأ فی الدین ہیں۔
(الکافی جلد اول صفحہ 175 تا آخر جلد اول)
نتیجہ::1
ائمہ کا قول متصل شمار ہو گا مرسل شمار نہیں ہو گا۔
جو شیعہ مناظر مباحث و مکالمہ اپنے ائمہ معصومین کے قول کو مرسل کہے گا وہ عقیدہ امامت اور اوصاف امامت کا منکر ٹھرے گا اور شیعہ کی حدیث اور سنت کی اصطلاحی تعریف کا بھی منکر ہو گا........
صحیح حدیث کی تعریف::
حدیث صحیح کی تعریف: جس کی سند معصوم علیہ السلام تک عدل امامی، اسی کے مثل کے ذریعہ تمام طبقات میں متصل ہو
(قواعد الحدیث ,موسوی، صفحہ ۴۲)
پہلی شرط::
اتصال سند: شیعہ امامیہ نے حدیث صحیح کی تعریف کرتے ہوئے اتصال سند کی قید لگائی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک حدیث مرسل و منقطع، حدیث صحیح نہیں، مگر اس کے باوجود یہ لوگ حدیث مرسل پر صحیح کا اطلاق کرتے ہیں ان کے شیخ مامقانی کہتے ہیں:
ابن ابی عمیر نے 'الصحیح' میں اس طرح روایت کی، حالانکہ ان کی منقولہ روایت مرسل ہے، اسی طرح بکثرت حدیث مقطوع کو بھی صحیح کا حکم لگایا ہے

(مقباس الهدایۃ مامقانی، جلد ۱ صفحہ ۱۵۰)
شیعہ امامیہ نے حدیث صحیح ہونے کے لیے اتصال سند کی شرط لگائی اور اس پر کھرے نہیں اتر سکے،
ائمہ سے روایت لینے والے روات
شیعہ کے محققین اسماء الرجال و جرح تعدیل نے ائمہ سے روایات لینے والوں کے بارے مختلف نظریات پیش کیے ہیں
۱۔۔۔ناصبی ہونا::
شیعہ محققین کے ہاں ائمہ سے روایت لینے والی روات کا ناصبی ہونا کوئی علت نہیں ہے۔
۔۔۔معروف و معتبر ترین محدث شیخ الطائفہ جناب طوسی صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے مصنفین اصحاب اور اصحاب الاصول میں کثیر افراد مذاہب فاسدہ کے پیروکار تھے چنانچہ الفہرست میں لکھتے ہیں:
،لان کثیرا من مصنفی أصحابنا و أصحاب الأصول ینتحلون المذاهب الفاسدة،وإن کانت کتبهم معتمدة
حر العاملی کہتے ہیں
و کیف؛ وهم یصرحون حیث یوثقون من یعتقدون فسقه، و کفره وفساد مذهبه؛!
وسائل الشیعه
عصرِ حاضر کے مشہور ترین رجالی الخوئی صاحب لکھتے ہیں: غایة الأمر أنه کان فاسد العقیدة،وفساد العقیدة لا یضر بصحة روایاته
نتیجہ::2
روات کا ناصبی عامی یا فاسد عقیدہ ہونا روایت کو ضرر نہیں پہچاتا۔
جیسے کہ ہشام بن حکم تجسیم ما قائل تھا ہشام بن سالم جوالیقی یونس بن عبدالرحمان بھی تشبیہ و تجسیم کے قائل تھے۔بلکہ ان پر امام معصوم کے قتل کا بھی الزام ہے ابو الحسن رضا سے جب ہشام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا۔
عیسی قال: قال موسی بن الرقی لأبي الحسن الثاني ع: جعلت فداك روی عندك المشرقي وأبو الأسود أنهما سألاك عن هشام ابن الحکم فقلت: ضال مضل شرك في دم أبي الحسن.
ضال مضل اور خونِ امام موسی کاظم میں شریک تھا۔
الکشی کی روایات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ خود امام موسی کاظم نے اس کی منتیں کی کہ یہ باتیں نا کریں۔
ابو الحسن نے بقول کشی کی روایت اس سے کہا " کیا تم کسی مسلمان کے خون میں شرکت سے خوش ہو گے؛ تو ہشام نے کہا نہیں۔ تو فرمایا پھر میرے خون میں شریک بننا کیسے پسند کرو گے؛ اگر تم خاموش رہے تو صحیح ورنہ ذبح ہونا میرا مقدر ٹھہرا۔ لیکن وہ خاموش نا ہوا حتی کہ وہ اپنے انجام تک پہنچ گئے"
(معجم رجال الحدیث جلد 20 صفحہ 315 و۔۔316)

(اعیان الشیعہ جلد 1 صفحہ 106) (مقالات الاسلامیین جلد 1 صفحہ 106،109،110)
(اعتقادات فرق المسلمین و المشرکین صفحہ 97)
اسفراینی نے بھی ھشام بن حکم اور اس کے پیرو کاروں کا تجسیم کے متعلق نظریہ نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ صاحب دانش پہلی نظر ھی میں جان جاتا ہے جس کا یہ نظریہ ہو اس کا اسلام میں کوئی حِصّہ نہیں (التبصیر فی الدین صفحہ 24) نظریات کی کتابوں میں ھشام بن حکم کے تجسیم کے نظریے پر تفصیلاً بحث کی گئی ہے
(التبصیر فی الدین صفحہ 24) نظریات کی کتابوں میں ھشام بن حکم کے تجسیم کے نظریے پر تفصیلاً بحث کی گئی ہے (التنبیہ والرد صفحہ 24) (الملل والنحل جلد 1 صفحہ 188187183) (السکسکی البرھان صفحہ 41) (المیزان جلد 6 صفحہ 194) (الفرق الاسلامیۃ صفحہ 57) (تاریخ الفرق الاسلامیہ صفحہ 300) نتیجہ یہ کہ تشیع حضرات بلکہ موجودہ ٹچے قسم کے مناظرین جو رواۃ پر عامی یا ناصبی ہونے کا جو الزام دھرتے ہیں وہ فضول قسم کا ہے۔
صحیح حدیث کی تعریف میں دوسری شرط عدالت ہے عدالت کی شرط تصحیح حدیث کے باب میں بہت اھمیت کی حامل ہے اس وجہ سے غیر عادل کی روایت قبول نہیں کی جاتی، شیعہ کے عالم شھید ثانی کہتے ھیں: اسی پر جمھور ائمہ حدیث اور اصول فقہ کا اتفاق ہے (مقباس الھدایۃ ,مامقانی، جلد ۲ صفحہ ۳۴)
اور معروف ہے کہ کسی کی عدالت دو عادل عالموں کی تنصیص یا استفاضہ و شھرت سے ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ خود شیعہ کے امام مامقانی نے اس کی صراحت کی ہے
(مقباس الھدایۃ ,مامقانی، جلد ۲ صفحہ ۱۳)
اس کے باوجود شیعہ کے عالموں نے بعض ایسے راوی جن کے بارے میں جرح وتعدیل کچھ بھی مذکور نہیں، ان کی روایات کو صحیح مانا، اور ان کی روایات کو اصح کتب 'الکافی' میں ذکر کیا گیا، شیعہ کے عالم شیخ بھائی لکھتے ھیں: کبھی بعض احادیث کی اسانید میں ایسے راوی بھی داخل ہوتے ھیں جن کے بارے میں کتب جرح وتعدیل میں مدح وذم کچھ بھی ذکر نہیں کیا گیا، ھاں اتنا ضرور ہے کہ ھمارے سابقین بڑے علما نے ان کی روایات کا کافی اھتمام کیا اور ھمارے متاخرین علما نے ان کی روایات پر صحت کا حکم لگایا
(مقباس الھدایۃ مامقانی، جلد ۲ صفحہ ۱۳۰)
جن راویوں کے متعلق جرح وتعدیل کچھ بھی مذکور نہیں، اس کے باوجود شیعہ حضرات نے ان کی احادیث کو صحیح قرار دیا، ان میں سے بعض یہ ھیں: احمد بن محمد بن حسن بن ولید، احمد بن یحیی عطار، علی بن ابی جید اور معاویہ بن میسرہ وغیرہ اور یہ طریقہ کار، مذکور صحیح حدیث کی تعریف سے خارج ہے
(مقباس الھدایۃ ,مامقانی، جلد ۲ صفحہ ۱۳۱)
(اصول الروایۃ عند الشیعۃ الامامیۃ صفحہ ۱۸۴)
ظالم جفا جو چاہے سو کرمہ پہ تو ولے

پچھتاوے پھر تو آپ ھی ایسا نہ کر کھیں
واللہ اعلم بثواب::